غیبتِ صاحب الزمانؑ کا ایک تجزیاتی جائزہ

کشف الغیاب

سیّد باقر نثار زیدی

غیبتِ حضرتِ صاحبؑ الزمان کا ایک تجزیاتی جائزہ

کشف الغیاب

طبع دوم مارچ 2013ء

سیّد باقر نثار زیدی

نام کتاب	کشف الغیاب
مصنف	سید باقر نثار زیدی
ناشر	ولایت مشن پبلیکیشن
کمپوزنگ	سید آفتاب حسین رضوی
ٹائٹل ڈیزائننگ	سید صفدر عباس زیدی
قیمت	Rs.30

موبائل نمبر 0334-3596762 - 0333-2120721

ہماری کتابیں مندرجہ ذیل مراکز پر دستیاب ہیں

۱) علمدار بک ڈپو۔ امام بارگاہ شہدائے کربلا۔ انچولی کراچی

۲) اسد بک ڈپو۔ قدمگاہ مولا علی۔ حیدر آباد

۳) القائم بک ڈپو۔ بالمقابل امام بارگاہ بھون روڈ، چکوال

۴) بخاری بک ڈپو۔ کروڑ لال عیسن۔ لیہ

۵) مکتب الرضا۔ اردو بازار۔ لاہور

۶) عمران بک سینٹر۔ شاہ چمن چراغ

۷) ندیم صاحب۔ لاہور
0321-4661214

۸) بلوچ بک سینٹر۔ اردو بازار، سکھر

۹) علی ابوتراب۔ لاہور
0313-8512972

معرفتِ صاحبُ الزمان

انسان فطری اعتبار سے آسانی پسند واقع ہوا ہے۔ وہ ہر کام کا آسان راستہ تلاش کرتا ہے۔ آسان کاموں کو پسند کرتا ہے اور مشکل کاموں سے بھاگتا ہے۔ اگر دو کام اُسے درپیش آجائیں اور ان میں سے ایک مشکل ہو اور دوسرا آسان تو وہ ہمیشہ آسان کام کا انتخاب کرے گا اور مشکل کام کو چھوڑ دے گا مگر اپنی اس جبلت کے باوجود ہم نے یہ بھی دیکھا ہے کہ اگر اس کے بچے کی جان خطرے میں ہو تو وہ ہر قیمت پر اس کی جان بچائے گا چاہے اس میں اس کی اپنی جان جانے کا احتمال ہی کیوں نہ ہو۔ گھر میں آگ لگ جائے تو انسان اپنے پیاروں کی جان بچانے کیلئے اس آگ میں بھی کود پڑتا ہے۔ اپنی جان انسان کو بہت پیاری ہوتی ہے جس کیلئے وہ بڑی سے بڑی طاقت سے بھی ٹکرا جاتا ہے لیکن یہ بھی ہوتا ہے کہ ایک عام سی لڑکی کیلئے وہ خودکشی کر لیتا ہے اور ایسے واقعات آئے دن اخبارات میں آتے رہتے ہیں۔ انسانی فطرت میں یہ تضاد میں بھی دیکھتا ہوں اور آپ بھی دیکھتے ہیں مگر کبھی ہم نے سوچا کہ انسانی فطرت اچانک کیسے بدل جاتی ہے؟ اور آرام سے ایک پرسکون گوشے میں بیٹھ کر لذات دنیوی سے محظوظ ہونے والا شخص کیونکر پہاڑوں سے بھی تصادم مول لے لیتا ہے؟۔ اور آخر وہ کون سی قوت ہے جو اچانک اس کی فطرت کو بدل کر رکھ دیتی ہے؟۔ آپ اگر اس پر غور فرمائیں اور اس کی تہہ تک پہنچیں تو آپ فوراً محسوس کر لیں گے کہ وہ قوت کوئی نہیں سوائے محبت کے۔ محبت انسان سے محیر العقول کارنامے سرانجام دلوا دیتی ہے

جس پر بعد میں انسان خود بھی حیران ہوتا ہے کہ میں نے یہ کام کیسے کرلیا؟ یہ بات آپ
نے آسانی سے سمجھ لی ہو گی لیکن شاید آپ یہ محسوس نہ کر پا رہے ہوں کہ مرکزِ محبت کا
تعین کرنا دنیا کا مشکل ترین کام ہے اور میں اسی مشکل ترین کام کی طرف آپ کی توجہ
بھی مبذول کرانا چاہتا ہوں اور اسی کی آپ کو ترغیب دینا چاہتا ہوں تاکہ آپ اپنی
جبلت کے خلاف جدوجہد کر کے مشکل پسند بنیں کیونکہ انسان اگر یہ کام کرلے تو پھر
کوئی بھی مشکل، مشکل نہیں رہتی کیونکہ جب انسان صحیح مرکز سے وابستہ ہو جائے تو ہر
لمحے اس کی محبت کی شدت میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ پھر اپنی جان، مال، اولاد اور دیگر
دنیوی متعلقات کی قیمت اس کی نظر میں ایک دمڑی کی بھی نہیں رہتی اور اس کے پیشِ
نظر ہر وقت اپنے محبوب کا حصول رہتا ہے۔ ایسی ہی ایک مشکل چیز اس وقت بھی
میری نظر میں ہے جس کیطرف میں آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں اور وہ ہے معرفت:
کیونکہ معرفت محبت کا زینہ ہے اور بغیر معرفت مرکزِ محبت کا تعین کرنا ممکن ہی نہیں۔
ہمارا مشاہدہ ہے کہ لوگوں کی اکثریت اس لفظ سے بھاگتی ہے اور جب اسے ظاہری
عبادات اور معرفتِ امامؑ میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا ہوتا ہے تو وہ ایک لمحہ ضائع
کئے بغیر ظاہری عبادات کا انتخاب کرلیتا ہے اور معرفتِ امامؑ کو چھوڑ دیتا ہے کیونکہ
ظاہری عبادات آسان ہیں اور تھوڑے ہی عرصے میں یہ عادت کا روپ دھار لیتی ہیں
اور پھر انسان کو کسی شعوری کوشش کا سہارا بھی نہیں لینا پڑتا۔ مثلاً جب انسان گاڑی
چلانا سیکھتا ہے تو شروع شروع میں اسے ہر کام شعوری طور پر کرنا پڑتا ہے۔ کلچ کب
دبانا ہے، کتنا دبانا ہے، گیئر کس طرح بدلنا ہے، ایکسیلیٹر پر کتنا دباؤ ڈالنا ہے، بریک

کیسے لگاتا ہے اور کتنی لگاتا ہے۔ گاڑی موڑنی ہو تو وہ شعوری طور پر اسٹیئرنگ گھماتا
ہے۔ لیکن جیسے جیسے اسے عادت ہوتی رہتی ہے وہ یہ سارے کام لاشعوری طور پر
کرنے لگتا ہے۔ وہ ڈرائیونگ بھی کرتا رہتا ہے اور ساتھ ساتھ میوزک بھی سنتا رہتا
ہے، باتیں بھی کرتا رہتا ہے اور مختلف منصوبے بھی بناتا رہتا ہے لیکن یہ سب کچھ اس کی
ڈرائیونگ میں حارج نہیں ہوتا۔ ظاہری عبادات کا عمل بھی بالکل ایسا ہی ہوتا ہے کہ
اس کی ابتداء شعور سے ہوتی ہے لیکن بہت جلد یہ شعور عادت میں بدل جاتا ہے اور اس
کے بعد انسان کا کوئی مقصد و مدعا باقی نہیں رہتا اور وہ فقط اپنی عادت کی تسکین کرتا
رہتا ہے۔ اس کے مقابلے میں معرفت بڑی جان جوکھوں کا کام ہے۔ یہ کبھی عادت
نہیں بنتی بلکہ اس کا ہر لمحہ شعوری ہوتا ہے نہ اس میں یکسانیت ہوتی ہے۔ اس کے
برخلاف اسے ہر روز ایک نیا سفر شروع کرنا پڑتا ہے اور ہر مرتبہ اسے یہ محسوس ہوتا ہے
کہ اصل سفر تو میں نے آج شروع کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ ایک جذبۂ عقلانی
ہے جس کا تعلق فنا ہو جانے والے جسم سے نہیں ہوتا بلکہ نفس کی دبیز تہوں میں چھپے
ہوئے حقائق تک پہنچنا اس کا مقصد ہوتا ہے۔ اسی لئے یہ ایک نہ ختم ہونے والا سفر ہے
جس کی بنیاد محبت ہے اور محبت کا تقاضا ہے کہ اپنے محبوب کو جانا جائے۔ پہچانا جائے
اور اس کے قریب پہنچا جائے اسی لئے ہر عبادت کی نیت قربۃً الی اللہ ہوتی ہے۔ یعنی
جس چیز کو لوگ عادت سمجھ کر کرتے ہیں انہیں یہ احساس تک نہیں ہوتا کہ اس کا مقصد
کسی کی قربت حاصل کرنا ہے اور قربت کیلئے کسی مقام کی ضرورت ہوتی ہے ورنہ
ذات خدا کیلئے قربت اور دوری بے معنی الفاظ ہیں۔ اس مقام کی تلاش ہی معرفت

کہلاتی ہے اور یہ ہو نہیں سکتی جب تک اس کے پیچھے جذبۂ محبت کارفرما نہ ہو۔ اور اسی
لئے اللہ نے بھی مودت کو تمام عبادتوں کی شرطِ لازمی قرار دیا ہے۔

معرفت

کسی کو پہچاننے کی شعوری کوشش کا نام معرفت ہے۔ سورۂ زخرف ۸۶ میں ارشاد ہوتا
ہے۔ ﴿إِلَّا مَن شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ﴾ یعنی "مگر وہ جو جان بوجھ اور سمجھ
کر حق کی گواہی دیں"۔ اسی لئے کمال الدین وتمام النعمہ ج ۲ صفحہ ۴۰۲ پر امام محمد
باقرؑ فرماتے ہیں کہ "انسانوں کیلئے معرفتِ امامؑ کے سلسلے میں کوئی عذر قابلِ قبول نہ
ہوگا"۔ یہ جان لیجیے کہ ہر گناہ کیلئے ایک عذر ہوتا ہے اور اگر انسان شرمسار ہو کر
معذرت کرے اور صدقِ دل سے توبہ کرے تو اللہ کریم ہے اور وہ اپنے بندے کے ہر
عذر کو قبول فرماتا ہے لیکن امامؑ فرماتے ہیں کہ معرفتِ امامؑ سے غافل رہنا ایسا گناہ اور
اتنا سنگین جرم ہے کہ اس سلسلے میں اللہ غفار ورحیم ہوتے ہوئے بھی انسان کا کوئی عذر
قبول نہیں کرتا۔ لیکن مولویوں نے انسانوں کو تباہ وبرباد کرنے کا پورا سامان مہیا کیا ہوا
ہے۔ انہوں نے لوگوں کو دوسرے مشاغل میں اتنا مصروف کر دیا ہے کہ انہیں معرفت
کا خیال تک نہیں آتا۔ ہمارا مقصد کسی کی حمایت یا مخالفت کرنا نہیں ہے بلکہ لوگوں کی
خوابیدہ عقل کو بیدار کرنا ہے تاکہ وہ اپنے مقصدِ حیات کو پہچانیں اور اس نقطۂ مودت
کیطرف متوجہ ہوں جس پر ان کی دنیا وآخرت کا انحصار ہے۔

لوگوں کو معرفت سے غافل کرنا کوئی اتفاقی عمل نہیں ہے بلکہ اس کے پیچھے صدیوں کی

کوششیں کارفرما ہیں حالانکہ ہر شخص جانتا ہے کہ جو شے انسان کو حیوان سے جدا کرتی ہے وہ عقل ہے۔ عقل نہ ہو تو انسان اور حیوان میں کوئی فرق نہیں رہتا۔ یہ اچھی طرح جان لیجئے کہ عقل کا جب ظہور ہوتا ہے تو لوحِ علم پر ہوتا ہے یعنی عقل جانچی جاتی ہے پرکھی جاتی ہے معیارِ علم پر۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر آپ کسی شخص کے بارے میں یہ جاننا چاہیں کہ وہ صاحبِ عقل ہے یا بے عقل تو آپ یہ دیکھیں گے کہ اس کا ذوقِ علمی کیسا ہے۔ اگر وہ علم سے رغبت رکھتا ہے تو یقیناً وہ صاحبِ عقل ہے اور اگر علم سے کراہت کرتا ہے تو اس میں اور ایک حیوان میں کوئی فرق نہیں۔ اس کی صرف شکل و صورت انسانوں جیسی ہے ورنہ وہ نرا حیوان ہے۔

علم

یہاں قباحت یہ ہے کہ لوگوں کو یہ تک نہیں بتایا گیا کہ علم کیا چیز ہوتی ہے۔ اسی لئے وہ ہر عبا قبا والے کو اور ہر ایسے شخص کو جو ایسی گفتگو کرتا ہے جو اس کی سمجھ میں نہ آئے، عالم سمجھنے لگتا ہے اور یہیں دھوکا کھاتا ہے اور ڈگریوں سے علم کو ناپتا ہے۔ مجھے یقین ہے، اور یہ یقین تجربے سے حاصل ہوا ہے، کہ جن کو لوگ علماء سمجھتے ہیں انہیں علم کی تعریف تک معلوم نہ ہوگی۔ وہ عربی دانی، فلسفہ، منطق اور کلام ہی کو علم سمجھتے ہیں اور چونکہ یہ ایسی چیزیں ہیں جنہیں ہر انسان حاصل نہیں کرسکتا اس لئے وہ تمام لوگوں کو جاہل سمجھتے ہیں اور خود عوام بھی اس اعتبار سے احساسِ کمتری میں مبتلا رہتے ہیں۔ حالانکہ یہ تمام چیزیں ہرگز ہرگز علم نہیں ہیں بلکہ ان کو فن کہا جاتا ہے۔ علم وہ ہوتا ہے جس کے

ذریعے اشیاء کی حقیقت مجسم ہو کر نظروں کے سامنے آجائے۔ اور یہ کتابیں چاٹ جانے سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ اس کیلئے چار چیزیں ضروری ہوتی ہیں۔ پاک دل۔ شعور۔ فہم اور غور و تدبر۔ اور ان سے بھی زیادہ ضروری یہ چیز ہے کہ انسان در علم کو پہچانتا ہو اور اس کی طرف قلبی توجہ رکھتا ہو۔ لوگوں کو یہ شدید غلط فہمی ہے کہ علم کا مطلب ہے "جاننا"، علم کا مطلب محض جاننا نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب ہے "حق کو جاننا، باطل کو جاننا اور ان دونوں کے درمیان فرق کو جاننا" لہٰذا عالم وہ ہے جو حق کا بھی عارف ہو، باطل کا بھی عارف ہو اور ان دونوں کے درمیان خطِ امتیاز کو بھی پہچانتا ہو اور عالم باعمل وہ ہے جو حق کو جان کر اسے قبول کرے، باطل کو جان کر اس کا انکار کرے اور عملاً ان دونوں کے درمیان فرق کرتا ہو یعنی ان دونوں کو آپس میں خلط ملط نہ کرتا ہو جیسا کہ اللہ نے فرمایا۔ ﴿لَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ﴾ یعنی حق و باطل کو آپس میں خلط ملط نہ کرو۔

چونکہ علم نام ہے حقیقت کا اور حقیقت تک پہنچنا ہمارے لئے ممکن نہیں اس لئے ہمارے لئے علم کا مطلب ہے "ڈھونڈنا" یعنی حقیقت کو تلاش کرنا اور عالم کہلائے جانے کا مستحق وہی ہے جو ہمہ روز و شب اس تلاش میں لگا رہے اور اپنے سفر کو ختم نہ ہونے دے۔ اسی لئے معصومؑ نے فرمایا کہ علم ایک نقطہ ہے جسے اللہ تعالیٰ پاک دلوں میں اتارتا ہے۔ پھر یہ نقطہ پھیلتا جاتا ہے یہاں تک کہ انسان کے پورے وجود پر طاری ہو جاتا ہے۔ یہ حاصل نہیں کیا جا سکتا بلکہ خالصتاً عطائے رب ہوتا ہے۔ اور اس کا مقصد ہوتا ہے اپنی ابتدائی، اپنی انتہا اور ان دونوں کے درمیانی وقفے کو جاننا۔ یعنی یہ

کہ انسان جانے کہ:۔

۱۔ میں کون ہوں؟۔ یعنی معرفتِ نفس

۲۔ کہاں سے آیا ہوں؟۔ یعنی معرفتِ مبداء

۳۔ اس وقت میں کہاں ہوں؟۔ یعنی معرفتِ دنیا

۴۔ میں کیوں یہاں آیا ہوں؟۔ یعنی معرفتِ مقصدِ حیات۔

۵۔ میرا رب مجھ سے کیا چاہتا ہے؟۔ یعنی یہ جاننا کہ میرا خالق کس بات سے راضی ہوتا اور کس بات سے ناراض ہوتا ہے۔

۶۔ مجھے کہاں جانا ہے؟۔ یعنی معرفتِ معاد۔

۷۔ جہاں مجھے جانا ہے اس کا راستہ کون سا ہے؟۔ یعنی معرفتِ صراطِ مستقیم۔

۸۔ میرا رہنما کون ہے جو اس راستے کی نشاندہی کرے گا؟ یعنی معرفتِ نبیؐ۔

۹۔ میرا راہبر کون ہے جو میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے میری منزل تک پہنچائے گا اور راستے کی آفات سے مجھے بچائے گا؟۔ یعنی معرفتِ امامؑ۔

۱۰۔ وہ کون ہے جو مجھے قدم قدم پر بہکاتا ہے اور مختلف صورتوں میں آکر مجھے صراطِ مستقیم سے بھٹکاتا ہے؟ (یعنی معرفتِ طاغوت)۔

جب انسان ان چیزوں کے بارے میں جان لے تو وہ عالم کہلائے گا اور اپنے مقصدِ حیات کو پورا کرے گا۔ کیونکہ جب وہ یہ سوچے گا کہ میں کون ہوں؟ تو وہ اپنی شناخت Identity تلاش کرے گا اور خود کو لوگوں کی بھیڑ میں شامل نہیں کرے گا، نہ ہی کسی

کے پیچھے آنکھ بند کر کے دوڑے گا اور یہ سمجھ لے گا کہ میں ایک فرد ہوں، میری اپنی
ایک شناخت ہے اور مجھے تنہا ہی ہر سوال کا جواب دینا ہے۔ وہ یہ بھی جان لے گا کہ جو
کچھ ہے وہ میرے اندر ہے۔ میں اگر اپنے اندر اتر جاؤں تو عرشِ معلّٰی تک پہنچ سکتا
ہوں۔ میں قدسی الاصل ہوں۔ میری طینت طاہر و مصفّٰی مٹی سے خلق کی گئی ہے اسلئے
مجھے اپنی اصل سے ملحق ہونا ہے اور وہ اس بات کا خیال رکھے گا کہ کوئی جسمِ خاکی و
خاطی اس کا راستہ نہ روک پائے اور جب وہ یہ سوچے گا کہ میں کہاں سے آیا ہوں تو وہ
فوراً عالمِ ذر تک پہنچے گا اور اپنے کئے ہوئے عہد کو یاد کرے گا اور کلمۂ طیبہ علی ولی اللہ
کے بارے میں زبان درازی نہیں کرے گا۔ جب یہ سوچے گا کہ میں اس وقت کہاں
ہوں تو فوراً جان لے گا کہ یہاں میرا مقابلہ ایسی قوتوں سے ہے جن کا کام مجھے بہکانا،
ورغلانا اور گمراہ کرنا ہے تا کہ میرا خالق مجھ سے ناراض ہو جائے اور میری دنیا و آخرت
دونوں برباد ہو جائیں اور اس مقصد کیلئے شیاطین نے ہر ہر قدم پر لاکھوں جال بچھائے
ہوئے ہیں جن سے مجھے بچ بچ کر نکلنا ہے جس کی وجہ سے وہ ہر قدم پھونک پھونک کر
رکھے گا اور شیطان کی لوریوں میں نہیں آئے گا۔ جب وہ یہ سوچے گا کہ میں یہاں
کیوں آیا ہوں تو اس سوال کا جواب اسے کوئی نہیں دے سکتا سوائے اس کے جس نے
اسے یہاں بھیجا ہے اور یہ جواب اسے اللہ کے حقیقی اور معصوم نمائندوں سے ملے گا۔
مولویوں سے نہیں۔ جب وہ اس بات سے ڈرے گا کہ میرا رب مجھ سے ناراض نہ
ہو جائے تو وہ یہ تلاش کرے گا کہ اللہ کی تمام رضائیں کس کے پاس ہیں؟۔ پھر وہ اللہ
کی نہیں بلکہ اس کی رضا تلاش کرے گا۔ اور جب وہ راستہ تلاش کرے گا تو اپنے نبیؐ

کی ہدایت کی روشنی میں تلاش کرے گا کیونکہ اور کسی کی مجال ہی نہیں کہ اس راستے کی نشاندہی کر سکے۔ اور جب وہ راہبر کو ڈھونڈے گا تو لازماً اسے اپنے زمانے کے امامؑ کی معرفت حاصل کرنا ہوگی کیونکہ جعلی اماموں کی اس دنیا میں کوئی کمی نہیں اور عدم معرفتِ امامؑ کی صورت میں کوئی بھی جعلی امام کسی بھی مرحلے پر اُسے اچک لے گا۔

ہماری اصل گفتگو معرفت پر ہے لیکن علم کی تشریح ہم اس لئے کر رہے ہیں کہ معرفت کا واحد ذریعہ علم ہے۔ اس کے علاوہ کسی اور ذریعے سے معرفت حاصل نہیں کی جا سکتی۔

علم کی اسی اہمیت کے پیش نظر قرآن میں اللہ نے جگہ جگہ علم پر زور دیا ہے اور علم سے بیگانگی کی مذمت کی ہے۔ اللہ کے رسولؐ نے ہر شخص پر فرداً فرداً طلب علم فرض قرار دیا ہے جیسا کہ آپ کا ارشاد ہے۔ "طلب العلم فریضةٌ علیٰ کلِ مسلم"۔ لیکن علم کے جعلی ٹھیکیداروں نے لوگوں کو یہ یقین دلایا کہ علم طلب کرنا ہر شخص پر فرض نہیں ہے بلکہ صرف ایک مخصوص گروہ پر یہ ذمہ داری ڈالی گئی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر شخص نے اپنے جہل پر قناعت کر لی کیونکہ بقول امیرالمومنینؑ "حقیقی جہالت یہی ہے کہ انسان اپنے جہل پر قناعت کر لے"۔ اس طرح جہالت عام ہوگئی اور ہر شخص اپنی جہالت پر خوش نظر آنے لگا۔ میرے پاس بہت سے لوگ آتے ہیں۔ ان میں ایسے بھی ہوتے ہیں جو اعلیٰ تعلیم یافتہ اور دانشور ہوتے ہیں۔ جب وہ دیگر موضوعات مثلاً سیاست، معیشت اور ادب وغیرہ پر گفتگو کرتے ہیں تو ان کے منہ سے پھول جھڑتے ہیں لیکن جوں ہی مذہب کا ذکر آیا تو ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے یہ وہ آدمی ہی نہیں جو چند لمحے پہلے میرے سامنے بیٹھا تھا کیونکہ اب وہ اپنی جہالت پر فخر کر رہا ہوتا ہے اور

مرجعیت کے ترانے گارہا ہوتا ہے۔ ایک مولوی صاحب نے بر سرِ منبر مجھ پر تنقید کرتے ہوئے فرمایا کہ "یہ صاحب تو یہ چاہتے ہیں کہ ہر شخص مجتہد بن جائے"۔ میں وضاحت کردوں کہ میں ہرگز نہیں کہتا اور نہ میں نے کبھی کہا ہے کہ ہر شخص مجتہد بن جائے۔ میرا کہنا تو صرف اتنا ہے کہ ہر شخص طالب علم بن جائے جیسا کہ اللہ کے رسولؐ نے حکم دیا ہے۔ یہاں میں ان لوگوں کی اصلاح کیلئے جو اُن مولوی صاحب سے متفق نظر آتے ہوں، اپنے امامِ زمانہ کے بارے میں ایک حدیث نقل کرتا ہوں تاکہ لوگ سمجھ لیں کہ ظہورِ امامؑ کے بعد اپنی جہالت پر قانع رہنے کیوجہ سے ان کا کیا حشر ہوتا ہے۔

احسن المقال جلد دوم۔ صفحہ ۳۳۹۔

"شیخ طبرسی نے روایت کی ہے کہ امامِ زمانہ ہر اُس بیس سالہ نوجوان کو قتل کردیں گے جس نے علمِ دین اور احکامِ مسائل نہ سیکھے ہوں"۔

علم سے غفلت ایک ایسی چیز ہے جس کیوجہ سے انسان شیطان کیلئے ایک ترنوالہ بن جاتا ہے اور جس کا جی چاہے وہ اسے اغوا کرسکتا ہے اور اسی کی نشاندہی اللہ کے حقیقی نمائندوں نے بار بار کی ہے جس کا مقصد یہ ہرگز نہیں ہے کہ انسان اس فرمان کو پڑھے، آنکھوں سے لگائے اور چوم کر ایک طرف رکھ دے بلکہ اس پر توجہ دینی چاہیئے اور اس کی روشنی میں اپنی شخصیت کی تشکیل کرنی چاہیئے۔

احسن المقال۔ جلد دوم۔ صفحہ ۱۴۰۔۱۴۱۔

امام محمد باقرؑ نے عبداللہ ابن ظبیان سے فرمایا۔ ''مسلمانوں کی کوئی عید نہیں، نہ عیدِ قربان اور نہ عیدِ فطر مگر یہ کہ خداوندِ عالم آلِ محمدؐ کے حزن کو تازہ کر دیتا ہے''۔ راوی نے پوچھا کہ کس لئے؟ فرمایا۔ ''کیونکہ یہ حضرات اپنا حق دوسروں کے ہاتھ میں دیکھتے ہیں اور دوسرے دینِ مبین کے داخلی چوروں کا کمین گاہ سے باہر آجانا اور عوام کے دلوں میں شکوک و شبہات کا ڈالنا۔ بلکہ خواص کے تاکہ وہ گروہ در گروہ ہو کر دینِ خدا سے نکل جائیں اور سچے علماء کا اپنے علم کے اظہار سے عاجز ہونا''۔

ضرورتِ امامؑ

انسان خلقی اعتبار سے محتاج واقع ہوا ہے۔ انسانی معاشرے میں ہر شخص دوسرے شخص کا محتاج ہوتا ہے۔ اسی طرح بحیثیت ایک نوع کے بھی وہ محتاج ہے۔ یہ احتیاج دو قسم کی ہوتی ہے۔ احتیاجِ تکوینی اور احتیاجِ تشریعی۔ احتیاجِ تکوینی میں خلق، رزق، بیماری، صحت اولاد، زندگی اور موت وغیرہ شامل ہوتی ہیں اور ان سب چیزوں کا تعلق دنیا سے ہوتا ہے۔ احتیاجِ تشریعی کا تعلق امورِ آخرت سے ہوتا ہے۔ دنیا میں ہمیں دو چیزوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ عمل اور ردِ عمل۔ جیسا عمل ہوگا ویسا ہی ردِ عمل ہوگا۔ اس عمل اور ردِ عمل کو ایک ضابطے اور قانون کا پابند کرنے کا نام شریعت ہے۔ تکوین ہو یا تشریع، یہ دونوں فیضِ خداوندی ہیں اور ہر باشعور انسان اس بات سے واقف ہے کہ اللہ کا کوئی بھی فیض ہم تک براہِ راست نہیں پہنچ سکتا کیونکہ مخلوق کا خالق سے براہ

راست رابطہ محالِ عقلی ہے۔ یہ تمام فیوض ہمیں ایک وسیلے کے ذریعے پہنچتے ہیں۔ فیوضِ تکوینی ہوں یا فیوضِ تشریعی، دونوں کیلئے ایک وسیلے کی ضرورت ہے اور یاد رکھیے کہ وہ وسیلہ امامؑ ہوتا ہے۔ کائنات کا کوئی ذرہ حرکت نہیں کرسکتا جب تک امامؑ نہ چاہے۔ تمام امورِ تکوینی امامؑ کے قبضۂ قدرت میں ہوتے ہیں اور اسی کے حکم سے نافذ ہوتے ہیں جیسا کہ سورۂ انا انزلنا میں ارشاد ہوا کہ فرشتے اور روح تمام امور لیکر امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور وہی ان امور کو نافذ کرتا ہے۔ پس اگر امامؑ نہ ہو تو اللہ کا کوئی فیض بھی مخلوق تک نہ پہنچے اور کائنات مفقود ہو کر رہ جائے۔ اس لئے امورِ تکوینی میں امامؑ ہماری ضرورت ہے جس کے بغیر ایک لمحے کیلئے بھی یہ کائنات اپنی بقا اور وجود کو برقرار نہیں رکھ سکتی۔ اسی طرح امورِ تشریعی میں سب سے پہلی ضرورت ہدایت ہے اور ہدایت کرنا امامؑ کا کام ہوتا ہے۔ قرآن کی آیت ﴿اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ﴾۔ (بس اور بس (اے رسولؐ) تو تو صرف ایک ڈرانے والا ہے اور ہر قوم کیلئے ایک ہادی ہوتا ہے)۔ کی تفسیر میں خود رسولؐ اللہ فرماتے ہیں کہ منذر میں ہوں اور ہادی علیؑ ہیں۔ "ہر قوم" کا لفظ بتاتا ہے کہ ہر زمانے کا امامؑ اپنی قوم کا ہادی ہوتا ہے۔ یہ یاد رکھیے کہ نبی کا کام صراطِ مستقیم کی نشاندہی کرنا ہوتا ہے اور امام کا کام یہ ہوتا ہے کہ انسان جب صدقِ دل سے صراطِ مستقیم پر آجائے اور وہاں ثابت قدم رہے تو وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے جنت کے دروازے پر لا کھڑا کرے۔ اس طرح دنیا میں انسان اپنے وجود کیلئے امام کا محتاج ہوتا ہے اور آخرت میں کامیابی کیلئے اسے امام کی ضرورت ہوتی ہے۔ پس دنیا ہو یا آخرت، انسان مکمل طور پر امام کا دست نگر ہوتا ہے لہٰذا امام کا

انتخاب کرتے وقت انسان کو بہت چوکنا ہونا پڑتا ہے اس لئے کہ اگر اس انتخاب میں ذرا سی بھی چوک ہوگئی تو انسان کی دنیا اور آخرت دونوں کے برباد ہو جانے میں کوئی شک باقی نہیں رہ جاتا۔ لہٰذا انتہائی ضروری ہے کہ انسان ہر مدعیٔ امامت کے پیچھے نہ بھاگتا پھرے اور خاطی اور غیر معصوم اماموں کے دامن سے وابستہ نہ ہو بلکہ شدید کوشش کرے اور پہچانے کہ اُس کے زمانے کا امام کون ہے اور پھر ساری دنیا کو چھوڑ کر اسی سے وابستہ ہو جائے۔ اور اس کیلئے مشاہدے کی شرط نہ لگائے کیونکہ بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن کو انسان ماننے پر مجبور ہے حالانکہ اس نے ان چیزوں کا مشاہدہ نہیں کیا ہوتا۔ آپ غور فرمائیں تو فوراً محسوس کرلیں گے کہ آپ نے تو اپنی ماں اور اپنے باپ کو بھی نہیں دیکھا ہوتا، پھر بھی ماں کو ماں اور باپ کو باپ مانتے ہیں۔ یہ بات آپ کو صرف دنیا والوں سے پتہ چلتا ہے کہ یہ تمھارا باپ ہے اور یہ تمھاری ماں ہے۔ آپ اپنے طور پر اس بات کے شاہد نہیں ہوتے۔

اسی طرح مشاہدۂ امام کی بھی شرط نہیں لگائی جاسکتی۔ امامؑ کی معرفت اس کے آثار سے حاصل کی جاتی ہے، سورج اور چاند کا چمکنا، بارشوں کا برسنا، غلے اور پھولوں کا اُگنا، نئی چیزوں کا وجود میں آنا پرانی چیزوں کا مفقود ہو جانا، یہ تمام باتیں خود اس بات کی دلیل ہیں کہ ان کا کوئی مدبّر موجود ہے اور اس مدبّر کا نام امامؑ ہے۔ پس بغیر امامؑ کے دنیا و آخرت کا کوئی تصور باقی نہیں رہتا اور آپ کو ہر حال میں اپنے امامؑ کی معرفت حاصل کرنی ہوتی ہے کیونکہ آپ کو اس دنیا میں بھی رہنا ہے اور آخرت کا مزا بھی چکھنا ہے۔

الغیب

ہم نے اپنے بیان کی ابتدا معرفتِ امامؑ سے کی ہے تاکہ آپ جان لیں کہ بغیر اپنے زمانے کے امامؑ کو پہچانے آپ کی دنیا بھی رائیگاں ہے اور آخرت بھی تباہی و بربادی کی نوید ہے۔ اب ہم عرض کرتے ہیں کہ اپنے زمانے کے امامؑ کی معرفت اس وقت تک ممکن نہیں جب تک اُن کی غیبت کی معرفت حاصل نہ کرلی جائے کیونکہ جب تک آپ ان کی غیبت کو نہیں پہچانیں گے اُس وقت تک آپ اس تذبذب کا شکار رہیں گے کہ غیبت میں ہونے کی صورت میں وجودِ امامؑ ہمارے لئے کس حد تک مفید ہوسکتا ہے اور اس صورت میں شیطان کے کارکنان اس بہانے سے کہ "امام تو ہیں نہیں" آپ کو اپنی مرجعیت کے جال میں پھانستے رہیں گے اور آپ کو اپنے امامؑ سے غافل کرتے رہیں گے حالانکہ تمام ائمہؑ طاہرین اور خود ہمارے امامؑ زمانہ نے پہلے ہی کہہ دیا ہے کہ امامِ غائب کی مثال اُس سورج جیسی ہے جو بادلوں میں چھپا ہوا ہو لیکن اس کے باوجود دنیا کو اپنے تمام فائدے پہنچا رہا ہو۔ بادلوں میں چھپ جانا اس کے فیض کو منقطع نہیں کرتا۔ اس طرح امام غیبت میں رہتے ہوئے بھی اپنے فرائضِ منصبی ادا کرتا ہے اور امورِ تکوینی اور امورِ تشریعی، دونوں کی بجاآوری بہرحال اسی کی ذمہ داری رہتی ہے اور ہمیں بہرحال اسی کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے اور اس کی طرف کیسے رجوع کیا جاتا ہے اس کیلئے آپ کو ہماری کتاب "کشف الحقائق" اور "کشف المودۃ" کا مطالعہ کرنا پڑے گا۔

غیب کیا ہے؟

غیب دو قسم کا ہوتا ہے۔

۱۔ غیبتِ اضافی

۲۔ غیبتِ حقیقی

غیبتِ اضافی

غیبتِ اضافی کا تعلق غیب کی ذات سے نہیں ہوتا بلکہ دوسروں سے ہوتا ہے۔ یعنی کسی میں اتنی استعداد ہو سکتی ہے جو اس غیب کو پالے اور کسی میں یہ استعداد نہیں ہوتی کہ اس کا مشاہدہ کر سکے۔ اس طرح ایسا غیب کسی کیلئے غیب ہوتا ہے اور کسی کیلئے شہود۔ مثلاً بہت سے ستارے اور سیارے اتنے فاصلے پر ہوتے ہیں کہ عام آدمی ان کا مشاہدہ نہیں کر سکتا اسلئے ایسے شخص کیلئے وہ سیارے غیب ہوتے ہیں۔ لیکن جو لوگ بڑی بڑی دوربینوں سے دیکھتے ہیں وہ ان سیاروں کو دیکھ لیتے ہیں۔ اور اس طرح ایسے لوگوں کیلئے وہی سیارے جو دوسروں کیلئے غیب ہوتے ہیں، شہود بن جاتے ہیں۔ کثر چیزیں جنہیں غیب کہا جاتا ہے۔ مثلاً فرشتے، جن، ماضی، مستقبل وغیرہ، یہ سب کی سب غیبِ اضافی کی تعریف میں آتے ہیں۔ ماضی اور مستقبل جو کہ غیبِ اضافی کی اصناف میں سے ہیں، علمِ ماکان وما یکون کے نام سے جانے جاتے ہیں اور قرآنِ مجید میں اکثر مقامات پر غیب انہی معنوں میں آیا ہے اور اللہ نے اپنے منتخب پیغمبروں کو علمِ غیب سے جتنا کچھ عطا فرمایا ہے وہ یہی غیبِ اضافی ہے۔ لیکن چند مقامات پر اللہ نے

غیب کی دوسری قسم کا بھی ذکر کیا ہے اور اس کا نام "الغیب" رکھا ہے۔

غیبِ حقیقی

یہ وہ غیب ہے جس کا نام اللہ نے "الغیب" رکھا ہے۔ اس کا تعلق لوگوں کی استعداد سے نہیں ہوتا بلکہ یہ اپنی ذات میں غیب ہوتا ہے اور کسی کی استعداد اگر کروڑوں گنا بھی بڑھ جائے تب بھی وہ اس کا ادراک نہیں کر سکتے۔ یہ وہ غیب ہوتا ہے جو قیدِ حواس سے باہر ہوتا ہے اور چونکہ ہر شے کی طاقتِ ادراک اس کے حواس تک محدود ہوتی ہے اسلئے کوئی بھی شے اس کا ادراک نہیں کر سکتی۔ اس کو یوں سمجھئے کہ انسان کے پاس پانچ حواس ہیں اسلئے جو شے بھی ان پانچ حواس سے باہر ہوگی وہ انسان کیلئے غیب ہوگی۔ بعض جانوروں کے پاس انسانوں سے زیادہ حواس ہوتے ہیں لیکن وہ بھی اس شے کا ادراک نہیں کر سکتے جو ان کے حواس سے باہر ہو۔ انبیائؑ کے حواس سب سے بالاتر ہوتے ہیں اور بہت سی ایسی چیزیں جو عام انسانوں اور جانوروں کیلئے غیب ہوتی ہیں وہ انبیائؑ کیلئے مشہود ہوتی ہیں لیکن وہ بھی اپنے حواس سے بلند ہو کر کسی شے کا ادراک نہیں کر سکتے اس لئے انہیں وحی کا محتاج ہونا پڑتا ہے۔ جو شے جس کسی کے حواس سے باہر ہو وہ اس کیلئے غیب ہوتا ہے۔ غیبِ حقیقی وہ ہے جو ہر صاحبِ حواس کے حواس سے باہر ہو۔ ہمارے امامؑ کو اللہ نے قرآن میں "الغیب" کہا ہے لہٰذا وہ ایسا غیب ہیں جس کا ادراک کوئی نہیں کر سکتا یعنی وہ بالذات غیب ہیں نہ کہ بالعوارض اور یہاں میں عرض کردوں کہ صرف وہی نہیں بلکہ تمام ائمۂ طاہرینؑ کی حقیقت بالذات غیب ہے۔

غیبِ حقیقی کی عملی مثال اس دنیا میں اگر کوئی چیز ہے تو وہ ''نقطہ'' ہے۔ کیونکہ نقطے میں کوئی جہت (Dimension) نہیں ہوتی، نہ لمبائی نہ چوڑائی اور نہ موٹائی، اس بناء پر اس کا ادراک بالذات ناممکن ہے اور اسی لئے امیرالمومنینؑ نے فرمایا ہے کہ ''نقطہ ذات پر دلالت کرتا ہے''۔ لہٰذا جو بھی نقطہ ہوگا وہ بالذات غیب ہوگا۔ حدیثِ طارق میں امیرالمومنینؑ فرماتے ہیں۔ ''اے طارق! ہر امامؑ نقطہ ہوتا ہے''۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر امام غیب بالذات ہوتا ہے۔ جب وہ لباس بشر میں آتا ہے تو حواس کیلئے شہود ہوتا ہے لیکن اس کی حقیقت عقول سے غائب ہوتی ہے لیکن باقی ائمہؑ اور ہمارے زمانے کے امامؑ میں فرق یہ ہے کہ وہ صرف عقول سے غائب تھے لیکن ہمارے امامؑ عقول سے بھی غائب ہیں اور آنکھوں سے بھی غائب ہیں اس لئے غیب ان کی صفتِ امتیاز ہے جس کے ذریعے وہ پہچانے جاتے ہیں۔

غیبت کا ایک نادر پہلو

جس جس چیز کو ہم غیب مانتے ہیں ان کے نام ہم جانتے ہیں لیکن چونکہ ہمارے امامؑ غیبِ حقیقی ہیں یعنی بالذات غیب ہیں اسلئے ان کے ساتھ ساتھ ان کا نام بھی غیب میں ہے۔ اور ان کا جو نام ہم جانتے ہیں وہ ان کا ظاہری نام ہے جبکہ ان کے حقیقی نام سے ہم جاہل ہیں۔ اس کے شواہد ہم ذیل میں پیش کر رہے ہیں:۔

۱۔ کمال الدین وتمام النعمہ جلد ۲ صفحہ ۶۱۴۔

عمر نے امیرالمومنینؑ سے حضرت قائمؑ کے متعلق دریافت کیا اور کہا کہ اے ابن ابی

طالبؑ مجھے یہ بتایئے کہ مہدیؑ کا نام کیا ہوگا؟۔ آپؑ نے فرمایا۔ ''میرے حبیب اور خلیل (رسولؐ اللہ) نے مجھ سے عہد لیا ہے کہ میں اُس کا نام کسی کو نہ بتاؤں یہاں تک کہ وہ ظہور کرے اور یہ وہ چیزیں ہیں جو اللہ نے اپنے رسولؐ کے علم میں دیں''۔ یہاں سمجھنے کی بات یہ ہے کہ امیرالمومنین جنابِ رسولِ خدا کا حوالہ دے رہے ہیں کہ انہوں نے حضرتِ قائمؑ کا نام بتانے سے منع کیا ہے جبکہ رسولؐ اللہ پہلے ہی بتا گئے کہ ''قائمؑ کا نام میرا نام اور اس کی کنیت میری کنیت ہوگی''۔

یعنی انہوں نے بتا دیا تھا کہ امام کا نام 'م ح م د' ہوگا۔ پھر یہ کون سا نام ہے جس کو بتانے سے آپ منع فرما رہے ہیں؟۔ پتہ چلا کہ جس نام کو ہم جانتے ہیں وہ آپ کا ظاہری نام ہے جبکہ آپ کا اصل نام غیب میں ہے۔

۲۔ کمال الدین وتمام النعمہ جلد ۲ صفحہ ۶۱۸۔

امیرالمومنین نے فرمایا۔ ''قائمؑ کے دو نام ہوں گے۔ ایک، خفی اور دوسرا اعلانیہ''۔

۳۔ سورۂ الحجر ۸۷۔ ''(اے رسولؐ) ہم نے تجھے سبع من المثانی اور قرآنِ حکیم عطا فرمائے ہیں''۔

ہمیں یہ تلاش کرنا ہے کہ یہ سبع مثانی کیا چیز ہے۔ سبع کے معنی ہیں سات اور مثانی کا مطلب ہے دو مرتبہ۔ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ سبع مثانی سے مراد چہاردہ معصومینؑ ہیں۔ لیکن یہ ان لوگوں کا قیاس اور تفسیر بالرائے ہے۔ ہم معصومؑ کیطرف رجوع کرتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ یہ سبع مثانی کون ہے۔

القطرۃ من بحار جلد ۳ صفحہ ۷۷۔

امام محمد باقرؑ نے فرمایا۔ ''اللہ نے کسی نبی کو وہ سبع مثانی عطا نہیں فرمائے جو ہمارے نبیؐ کو عطا فرمائے اور وہ سات ائمہؑ ہیں جن کے گرد آسمان چکر کاٹتے ہیں''۔ (یہاں تک ہم نے ادھوری حدیث نقل کی ہے۔ پوری حدیث انشاء اللہ آئندہ سطور میں لکھیں گے) ہمیں معلوم ہو گیا کہ سبع مثانی سے مراد ائمہؑ طاہرین ہیں جو ناموں کے اعتبار سے سات ہیں۔ ۱۔ علیؑ۔ ۲۔ حسنؑ۔ ۳۔ حسینؑ۔ ۴۔ محمدؑ۔ ۵۔ جعفرؑ۔ ۶۔ موسیٰؑ۔

اب آپ سے ہمارا سوال یہ ہے کہ ساتواں کون ہے؟۔ اگر حضرتِ حجت کا نام م ح م د مانا جائے تو وہ تو چھ ناموں میں آ چکا۔ پس یہ ساتواں نام وہی ہے جسے اللہ نے پردۂ غیب میں رکھا ہے اور جو اپنے مسمّٰی کے ساتھ ہی ظہور فرمائے گا اور اب ہم حدیث کا آخری ٹکڑا پیش کرتے ہیں تا کہ بات آپ پر واضح ہو جائے۔ امامؑ فرماتے ہیں'' ۔ وہ (سبع مثانی) سات ائمہؑ ہیں جن کے گرد آسمان چکر کاٹتے ہیں اور جن کا ساتواں ہمارا قائمؑ ہے۔

غیبِ حقیقی کا مخلوق سے رابطہ برقرار رہتا ہے لیکن مخلوق اس کا ادراک نہیں کر سکتی۔ غیبِ اضافی بھی مخلوق سے غائب ہوتا ہے لیکن ''غیب الغیاب'' وہ ہوتا ہے جو غیب کیلئے بھی غیب ہوتا ہے۔ مثلاً حضرت عیسیٰؑ، حضرتِ خضرؑ اور حضرتِ الیاسؑ بھی غیب ہیں لیکن ہمارے امامؑ ان سب کے لیے بھی غیب ہیں۔

غیبتِ امامؑ کے بارے میں مختلف نظریات

چونکہ لوگ غیب کو نہیں سمجھتے اس لئے انہوں نے غیبتِ امامؑ کے بارے میں بقلم خود مختلف نظریات گھڑ رکھے ہیں' اور انہی نظریات کو لوگوں میں پھیلا رکھا ہے تا کہ ان کی غیبت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے لوگوں کو اپنے گرد جمع کر سکیں، اسطرح کہ لوگ آہستہ آہستہ امامؑ کو غائب سمجھ کر بھول جائیں اور انہی بازیگروں کو سب کچھ سمجھ لیں اور ہر معاملے میں امامِ معصوم کو چھوڑ کر انہی کیطرف رجوع کریں اور تا کہ جو ان کے جی میں آئے دعوے کرتے رہیں اور کوئی انہیں روکنے ٹوکنے والا نہ ہو۔ یہ کھیل نیا نہیں ہے بلکہ اس سے پہلے بھی کئی مرتبہ کھیلا جا چکا ہے اور بے عقل لوگوں کو گمراہ کیا جا چکا ہے۔

مثلاً:۔

ا۔ جب آنحضرتؐ نے اس دنیا سے پردہ فرمایا تو سب سے پہلے عمر نے کہا کہ "خدا کی قسم محمدؐ مرے نہیں ہیں بلکہ وہ غائب ہوئے ہیں جس طرح موسیٰؑ اپنی قوم سے غائب ہوئے تھے اور یقیناً اپنی غیبت کے بعد ظاہر ہوں گے"۔

۲۔ محمد حنفیہ کی وفات کے بعد ایک گروہ پیدا ہو گیا جس نے کہا کہ وہ مرے نہیں ہیں بلکہ غیبت میں چلے گئے ہیں اور رضوی پہاڑ میں پوشیدہ ہیں۔ اسطرح فرقۂ کیسانیہ پیدا ہو گیا۔

۳۔ امام موسیٰ کاظمؑ کی شہادت کے بعد ان لوگوں نے جو ان کا مال اور امانات ہڑپ کر گئے تھے جنہیں وہ امام علی رضاؑ کے سپرد نہیں کرنا چاہتے تھے یہ بات مشہور کی کہ امام

موسیٰ کاظمؑ مرے نہیں بلکہ غیبت میں چلے گئے ہیں اور بعد میں ظاہر ہوں گے۔ اس طرح فرقۂ واقفیہ وجود میں آ گیا۔

ایسے ہی مفاد پرست لوگوں نے، جو مالِ امامؑ بے دریغ ہڑپ کر رہے ہیں، غیبتِ امامؑ کے بارے میں چند نظریات ایجاد کر رکھے ہیں جو ہم آپ کیلئے نقل کرتے ہیں۔

ا۔ وہ کہیں جا کر چھپ گئے ہیں۔

اس مقصد کیلئے کبھی جزیرۂ خضراء کا ڈھول پیٹا جاتا ہے۔ یہ واقعہ ایک شخص ماژندرانی نے تصنیف کیا ہے اور اُس کے علاوہ کسی نے بھی ایسا کوئی اشارہ نہیں دیا۔ علامہ مجلسی بحار الانوار جلد ۱۲ صفحہ ۳۶ پر جزیرۂ خضراء کے بارے میں لکھتے ہیں۔ "اس قصے میں عجیب وغریب باتیں تحریر ہیں اور میں نے اس قصے کو اصول کی کسی معتبر کتاب میں نہیں پایا"۔ اس قصے سے ہر آدمی اپنے مطلب کی بات نکال لیتا ہے اور ہر شخص کو یہ جراءت ہو گئی ہے کہ وہ امامؑ سے ملاقات کا دعویٰ کر دیتا ہے اور جہلاء و حمقاء اس کی بات پر یقین کر کے اس کے گرد اکھٹے ہو جاتے ہیں اور ایک نئے مکتبِ فکر کا دروازہ کھل جاتا ہے۔

ماضیٔ قریب میں کچھ لوگوں نے یہ نظریہ پیش کیا کہ امامؑ برمودا ٹری اینگل میں روپوش ہیں اور وہاں بیٹھ کر اڑن طشتریاں اُڑاتے رہتے ہیں۔

۲۔ مخلوق سے ان کا رابطہ منقطع ہو چکا ہے اور وہ عملی طور پر معطّل بیٹھے ہیں۔

اس نظریے سے مذہب شیعہ کو ایسا ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا ہے جس سے پورا مذہب ہی زمین بوس ہو کر رہ گیا۔ اِس مذہب کی بنیاد ہی عقیدۂ امامت ہے اور عبد و معبود کے درمیان واحد وسیلہ و واسطہ امامؑ ہی ہوتا ہے۔ اگر امامؑ سے ہی رابطہ منقطع ہو جائے تو دینی و دنیوی تمام فیوضِ خداوندی منقطع ہو جاتے ہیں اور گروہِ انسانی بکریوں کے اُس ریوڑ کے مانند ہو جاتا ہے جس کا کوئی رکھوالا نہ ہو اور ہر جانور جدھر اس کا منہ اٹھے بھاگتا پھرتا ہو اور کسی بھی قدم پر کسی بھیڑیے کا شکار بن سکتا ہو۔ غیبت کا یہ تصور ان لوگوں کی ذہنی تخلیق ہے جو نہ جانے کب سے اس انتظار میں تھے کہ امامؑ غیبت میں جائیں اور کب وہ اپنے خونیں پنجے گروہِ شیعہ کی گردنوں میں گاڑیں، چنانچہ آپ مشاہدہ کر سکتے ہیں کہ آج کسی شیعہ کو اپنے امام کا خیال تک نہیں آتا سوائے عریضے ڈالتے وقت اور اس میں بھی حسین بن روح کو داخل کر دیا گیا ہے تا کہ ذہن اسی پر رک جائے اور امام تک پہنچ ہی نہ سکے۔ شیعہ اب سوچتا ہے تو صرف اپنے مجتہد کے بارے میں سوچتا ہے کیونکہ اس کی دانست میں عملی طور پر امامؑ اس کے کسی کام نہیں آسکتے (معاذ اللہ)۔ اُس کے نزدیک آج کے زمانے میں امامؑ کے ہونے یا نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا اور انؑ کے بغیر بھی اس کے تمام کام (اُس کی دانست میں) بخوبی چل رہے ہیں کیونکہ ان کی نیابت جاری ہے چاہے نیابتِ خصوصی ہو یا نیابتِ

عمومی۔ چنانچہ اس جعلی نیابت کی آڑ میں دونوں نیابتوں کے دعویداروں نے اپنے اپنے معتقدین کے ذہنوں میں پنجے گاڑے ہوئے ہیں اور بے دریغ ان کا خون چوسنے میں مصروف ہیں اور ساتھ ہی ساتھ مالِ امام بھی بلا تکلف ہڑپ کئے جا رہے ہیں اور کوئی انہیں روکنے ٹوکنے والا نہیں ہے کیونکہ لوگوں کو تو یہ یقین دلایا جا چکا کہ "امامؑ تو ہیں ہی نہیں"۔ اسی بات کی نشاندہی کرتے ہوئے القطرة من بحار جلد ۲۔ صفحہ ۲۶۸ پر امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں۔ "حضرت حجتؑ کی غیبت طولانی ہو جانے کی وجہ سے مومنین بہت زیادہ شک و تردید میں پڑ جائیں گے۔ اکثر ان میں سے دین سے مرتد ہو جائیں گے اور اسلام سے خارج ہو جائیں گے اور اسلام کی اتباع اور اطاعت کا بندھن اپنی گردنوں سے اتار دیں گے۔ یہ وہی ولایت کا رشتہ ہے جس کے بارے میں اللہ فرماتا ہے۔ "ہر انسان کے مقدرات کو ہم نے اس کی گردن میں ڈال دیا ہے"۔ (بنی اسرائیل ۱۳) کچھ لوگ دین سے خارج ہو جائیں گے اور تیرہ (۱۳) یا اس سے زیادہ اماموں کے قائل ہو جائیں گے۔ ایک گروہ اللہ کی نافرمانی کرتے ہوئے کہے گا کہ حضرت قائمؑ کی روح کسی کے جسم میں بات کرتی ہے"۔

۳۔ وہ کبھی چھپ جاتے ہیں اور کبھی ظاہر ہو جاتے ہیں اور ظاہر انہی لوگوں کے سامنے ہوتے ہیں جو بہت پہنچے ہوئے ہوتے ہیں اور جن کا اکثر امامؑ کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا رہتا ہے اور وہ لوگ نہ صرف خود امامؑ کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں بلکہ جس کسی کو چاہیں امامؑ کی زیارت کرا سکتے ہیں۔

یہ حربہ اگر کام کر جائے تو انسان اپنے مرشد کا بندۂ بے دام بن کر رہ جاتا ہے بلکہ ایک روبوٹ کی طرح اُس کی اطاعت کرتا رہتا ہے۔ اس امید پر کہ شاید کبھی وہ اسے بھی امامؑ کی زیارت کرا دے۔ یہ سب کچھ اس لئے ہوتا ہے کہ اسے معلوم نہیں کہ ''الغیب'' کا وقتِ معیّنہ سے پہلے پردۂ شہود پر آجانا محالاتِ عقلی سے ہے اور نصوصِ معصومینؑ اس پر دال ہیں۔ ذیل میں ہم ائمہ طاہرینؑ کے کچھ ایسے ارشادات پیش کرتے ہیں جو ہماری بات کی دلیل بنتے ہیں:۔

(الف) یہ حدیث ہر اُس کتاب میں موجود ہے جو امامِ زمانہؑ کے بارے میں لکھی گئی ہے لیکن یہاں ہم اسے بحار الانوار جلد ۱۲ صفحہ ۲۱ سے نقل کر رہے ہیں۔ یہ توقیع مبارک امامؑ نے اپنے چوتھے وکیل علی بن محمد سمری کو ۳۲۹ھ میں بھیجی جس کی عبارت یہ ہے:۔

''اے علیؑ بن محمد سمری سنو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری وفات پر تمہارے بھائیوں کو صبرِ عظیم کا

ثواب عطا فرمائے اس لئے کہ اب تمھاری موت چھ دن میں واقع ہوجائے گی۔ لہٰذا اپنے کام سمیٹ لو اور آئندہ اپنی وفات کے بعد کے لئے کسی کو اپنا قائم مقام مقرر کرنے کی وصیت نہ کرنا کیونکہ اب غیبتِ تامّہ واقع ہوچکی ہے اور بغیر حکم خدا اب ظہور نہ ہوگا اور وہ بھی ایک طویل عرصے کے بعد۔ جب لوگوں کے دل سخت ہوجائیں گے اور زمین ظلم و جور سے بھر جائے گی۔ اور آئندہ میرے شیعوں میں سے کچھ لوگ میرا مشاہدہ کرنے کا دعویٰ کریں گے لیکن جو شخص خروج سفیانی سے قبل میرا مشاہدہ کرنے کا دعویٰ کرے وہ بہت بڑا جھوٹا اور بہتان باندھنے والا ہے"۔

(ب) کمال الدین وتمام النعمہ جلد ۲ صفحہ ۶۱۳، ۶۱۴

امامِ رضاؑ فرماتے ہیں۔ "نہ ہمارے قائمؑ کو دیکھا جائے گا اور نہ ان کا نام لیا جائے گا"۔

(ج) القطرۃ من بحار جلد ۳ صفحہ ۳۱۰

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں۔ "امامِ قائمؑ جب غیب میں جائیں گے تو لوگوں کی نظروں سے چھپ جائیں گے اور اس کے بعد وہ کسی کو نظر نہیں آئیں گے یہاں تک کہ (جب وہ ظہور فرمائیں گے تو) سب لوگ انہیں دیکھیں گے"۔

۴۔ وہ اس لئے غیبت میں ہیں اور ظہور نہیں فرمارہے کہ ان کے پاس ان کے مددگاروں کی قلت ہے اور جب تک ان کے پاس ناصران کی معقول تعداد نہیں ہوجاتی، وہ ظہور نہیں فرمائیں گے۔

یہ نظریہ انتہائی جہالت پر مبنی ہے کیونکہ غیبت وظہور امام آج کی بات نہیں ہے بلکہ روز ازل سے طے ہے۔ آپ ہی کے ذریعے دینِ اسلام کو دیگر ادیان پر غالب آنا ہے۔ آپ ہی کی صورت میں ولایت اپنے کمال پر نظر آئے گی۔ آپ اللہ کے اسم "القہار" کے مظہر ہیں اور خونِ حسینؑ کے منتقم۔ ایسے ایسے عظیم امور کو اللہ ہم جیسے لوگوں پر چھوڑ دے گا؟ کہ ہم ان کی مدد کریں تو وہ ظہور فرمائیں اور اگر ہم مدد نہ کریں تو وہ پردۂ غیبت میں ہی بیٹھے رہیں؟۔ ان کا لشکر تو روز ازل سے ہی تیار ہے۔ تمام انبیائؑ واوصیائؑ واولیاان کے لشکر کے سپاہی ہیں تمام فرشتے ان کے مددگار ہیں۔ آدمؑ سے لیکر خاتمتک جتنے بھی مومنین گزرے ہیں وہ سب ان کی نصرت کیلئے آئیں گے۔ جنات ان کے لشکر میں ہوں گے۔ انہیں مددگاروں کی کیا کمی ہوسکتی ہے۔ اس سلسلے میں ہم چند روایات پیش کرتے ہیں اور اس کیلئے ہم کتاب "حکومتِ مہدیؑ" موئلفہ نجم الدین طبسی مطبوعہ ایران ۲۰۰۹ء سے حوالے اخذ کریں گے۔

۱۔ صفحہ ۱۲۵۔ امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں۔ "گویا میں عبداللہ بن شریک کو دیکھ رہا ہوں جو سیاہ عمامہ پہنے ہوئے ہے اور عمامے کے دونوں سرے شانوں پر لٹک رہے ہیں اور چار ہزار سپاہیوں کے ہمراہ حضرت قائمؑ کے آگے آگے پہاڑ کے دامن سے اوپر چڑھ

رہا ہے اور مسلسل تکبیر کہہ رہا ہے"۔

۲۔ صفحہ ۱۲۶۔ حضرت امیرالمومنین فرماتے ہیں کہ اصحاب کہف حضرت مہدیؑ کی مدد کو آئیں گے۔

۳۔ صفحہ ۱۳۲۔ امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں "۳۱۳ افراد جنگ بدر والوں کی تعداد میں رکن و مقام کے درمیان حضرت مہدیؑ کی بیعت کریں گے"۔

۴۔ صفحہ ۱۳۶۔ امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں۔ "نصاریٰ اس راہ وروش کو یاد کریں گے اور حضرت قائمؑ کے ہمراہ ہو جائیں گے"۔

۵۔ صفحہ ۱۳۶۔ امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں۔ "خداوند عالم کا مشرق میں جابلقا نامی شہر ہے۔ اس میں بارہ ہزار سونے کے دروازے ہیں۔ ہر دروازے پر ایک برجی ہے جس میں بارہ ہزار پر مشتمل لشکر رہتا ہے وہ اپنے تمام جنگی سامان و ہتھیار و تلوار سے آمادہ حضرت قائمؑ کے ظہور کے منتظر ہیں۔ نیز خداوند عالم کا ایک شہر جابلسا نامی مغرب میں ہے (انہی تمام خصوصیات کے ساتھ) اور میں ان پر خدا کی حجت ہوں"۔ (اس حساب سے اُن دو شہروں میں ناصرانِ امامؑ کی تعداد اٹھائیس کروڑ اسی لاکھ بنتی ہے)

۶۔ صفحہ ۱۳۶۔ امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں۔ "حضرت مہدیؑ پوری دنیا میں آمادہ لشکر اور چھاؤنی رکھتے ہیں"۔

۷۔ صفحہ ۱۴۲۔ "شیخ حرِ عاملی کہتے ہیں کہ امام کی فوج کی تعداد ایک لاکھ ہے"۔

۸۔ صفحہ ۱۵۱۔ حضرت امام سجادؑ اس سلسلے میں فرماتے ہیں۔ "جب ہمارے قائمؑ قیام

کریں گے تو خداوند عالم ہمارے شیعوں سے ضعف و سستی کو دور کردے گا اور ان کے دلوں کو آہنی ٹکڑوں کی طرح محکم و استوار کردے گا، نیز ان میں سے ہر ایک کو چالیس آدمی کی قوت عطا کرے گا۔ یہی لوگ زمین کے حاکم اور رئیس ہوں گے"۔

۹۔ صفحہ ۱۷۳۔ امیر المومنین فرماتے ہیں۔ "خداوند عالم حضرت مہدیؑ کی فرشتوں، جنات اور مخلص شیعوں کے ذریعے مدد کرے گا"۔

۱۰۔ بحار الانوار جلد ۱۲ صفحہ ۲۶۲۔

امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں۔ "جب امام قائم ظہور فرمائیں گے تو اللہ تعالیٰ پشت کوفہ سے ستر ہزار صدیقین کو بھیجے گا اور وہ آپؑ کے اصحاب و انصار میں شامل ہوں گے"۔

۱۱۔ بحار الانوار جلد ۱۲ صفحہ ۳۳۳۔

یہ حدیث بہت اہم ہے اسے غور سے پڑھیئے اور محفوظ رکھیئے۔

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا۔ "اللہ تعالیٰ حضرت صاحب امر کی نصرت ایسے لوگوں سے بھی کرائے گا جن کا کوئی دین و مذہب نہ ہوگا اور جب وہ ظہور کریں گے تو ایسے لوگ بھی جو اب تک بت پرستی کرتے تھے وہ بت پرستی ترک کر کے آپ کے ساتھ ہو جائیں گے"۔

ان تمام روایات سے آپ حد یقین تک جان گئے ہوں گے کہ امامؑ اپنے ظہور کیلئے کسی کے محتاج نہیں ہیں نہ وہ کسی کے سگنل کے منتظر ہیں بلکہ سرکش انسانوں کو چھوڑ کر پوری کائنات کا ذرہ ذرہ نصرت امامؑ کیلئے آمادہ و تیار بیٹھا ہے اور ان کے اشارے کا منتظر

ہے۔امامؑ جب تشریف لائیں گے تو پورا نظامِ قدرت ان کی پشت پر ہوگا۔

یہ تو آپ نے جان لیا کہ ناصرانِ امام کون کون ہوں گے۔اب کیوں نہ یہ بھی جان لیں کہ امامؑ کے خلاف کون کون لڑے گا۔

ا۔صفحہ ۱۶۸۔امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں:۔"تیرہ شہر اور قبیلے ایسے ہیں جو حضرتؑ کے ساتھ جنگ کریں گے اور حضرتؑ ان سے جنگ کریں گے۔وہ تیرہ درج ذیل ہیں۔

مکہ، مدینہ، شام، بنی امیہ، بصرہ، دمنسیان، کرد، عرب قبیلے، بنی ضبہ، غنی، باھلہ، ازد اور سرزمینِ رَے کے لوگ"۔یہ واضح رہنا چاہیئے کہ "رَے" موجودہ تہران کا نام ہے۔

۲۔صفحہ ۱۹۸۔

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں۔"امام قرآن کی تعلیم اور دین واحکام کے قوانین نئے سرے سے تمھیں دیں گے جس طرح رسولؐ خدا پر نازل ہوئے ہیں تو تمھارے علماء حضرتؑ کی اس رفتار کا انکار کریں گے اور تم خدا کے دین اور اس کی راہ پر ثابت قدم نہیں رہو گے مگر تلوار کے ذریعے جو تمھارے سروں پر سایہ فگن ہوگی"۔

غیبتِ امامؑ کی نوعیت

اس میں کوئی شک نہیں کہ امام بالذات غیب ہیں جس کا ادراک ناممکن ہے لیکن جس طرح باقی ائمہؑ ہماری ہدایت کیلئے لباسِ بشر میں ظاہر ہوئے اسی طرح ہمارے زمانے

کے امام بھی ظاہر ہوں گے لیکن جب تک وہ ظاہر نہیں ہوتے اس وقت تک ان کی غیبت بھی ان کے وجودِ پاک کی طرح ایک ایسا سربستہ راز ہے جس تک کسی بھی صورت رسائی ممکن نہیں ہے۔ ہم نے ان نظریات کا ذکر کیا ہے جو ان کی غیبت کے متعلق لوگوں نے فرض کر رکھے ہیں۔ یہ سارے نظریات باطل ہیں۔ ہم نے اس سے قبل جو اسبابِ غیبت بیان کئے ہیں وہ سب کے سب احادیثِ معصومینؑ سے ماخوذ ہیں لیکن یہ سب اسباب ظاہری ہیں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اپنی غیبت کے اسباب وہ خود ہی بہتر جانتے ہیں جیسا کہ بحار الانوار جلد ۱۱ صفحہ ۷۰۶ پر امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں۔ ''حضرتِ قائمؑ کی غیبت کی مصلحت اس کے ظہور کے بعد ہی ظاہر ہوگی''۔ ان کی غیبت محض ایک حجاب کی طرح ہے ورنہ ان کا وجود تو آفتاب سے بھی روشن تر ہے۔ وہ کسی سے نہیں چھپے بلکہ لوگوں کی وہ استعداد سلب کر لی گئی ہے جس کے ذریعے وہ ان کا مشاہدہ کر سکیں جیسے کسی شاعر نے کہا ہے۔

ہر جگہ ہے تُو مگر پھر بھی نظر آتا نہیں
تُو نے آنکھیں دے کے سب دنیا کو اندھا کر دیا

آپؑ کی غیبت حضرت یوسفؑ کی غیبت سے مشابہ ہے جو اپنے بھائیوں کے سامنے تھے، ان سے باتیں بھی کرتے تھے مگر ان کے بھائی ان کو پہچان نہ سکے اور صرف اسی وقت پہچانا جب حضرت یوسفؑ نے خود چاہا۔ امامؑ کے ظہور کا تعلق بھی ان کی مشیت ہے اور اپنی مشیت کو وہ خود جانتے ہیں۔ ان کے علاوہ کسی میں یہ طاقت نہیں کہ پردۂ غیبت کے اندر جھانک سکے یا مختلف عملیات کر کے ان کا مشاہدہ کر سکے۔ وہ کسی جگہ

چھپ کر نہیں بیٹھے بلکہ پوری دنیا کی سیر کرتے ہیں۔لوگ انہیں دیکھتے ہیں مگر پہچان نہیں سکتے۔ چنانچہ روایات میں بکثرت آیا ہے کہ جب آپ ظہور فرمائیں گے تو ہر شخص کہے گا کہ "میں نے تو انہیں پہلے بھی دیکھا ہے"۔ یہ واضح رہے کہ ان کا لوگوں کو نظر آنا مانع غیبت نہیں ہے کیونکہ نظر آکے بھی وہ مشاہدے سے بالاتر ہیں۔ مشاہدے کے بارے میں اپنے ذہن کو بالکل صاف کر لیجیے کیونکہ مشاہدہ محض دیکھنے کو نہیں کہتے بلکہ پہچان کر دیکھنے کو کہتے ہیں۔

امامؑ کو کیسے پہچانا جائے گا

بحارالانوار میں روایت ہے کہ ایک شخص نے امام جعفر صادقؑ سے پوچھا کہ لاکھوں کے مجمعے میں ہم امام کو کیسے پہچانیں گے؟۔امامؑ نے فرمایا۔"جب سورج نکلتا ہے تو کیا تم لوگوں سے پوچھتے ہو کہ سورج کہاں ہے؟"۔اس شخص نے کہا۔"نہیں مولاً سورج تو اتنا روشن ہوتا کہ کسی سے پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی"۔آپؑ نے فرمایا۔ "ہمارا قائمؑ بھی اتنا روشن ہوگا کہ تمھیں کسی سے پوچھنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی"۔

القہّار

چونکہ اپنے زمانے کے امامؑ کی معرفت حاصل کرنا ہر شخص پر واجب عینی ہے جس کے بغیر وہ کا فرد منافق کی موت مرے گا لہٰذا لازم ہے کہ ہم میں سے ہر ایک فرداً فرداً اپنے

امامؑ کی معرفت میں شدید کوشش کرے۔ اسی کا نام اجتہاد ہے جو ہر شخص پر واجب ہے۔

معرفت کے بارے میں ہم نے اپنی کتابوں میں تفصیل سے لکھا ہے۔ جن صاحبان کو اپنی ذمہ داری کا احساس ہے وہ ہماری کتابوں کا مطالعہ فرمائیں تاکہ وہ حقیقتِ معرفت کو سمجھ سکیں۔ یہاں انتہائی اختصار کے ساتھ عرض ہے کہ معرفت نام ہے کسی کو اس کی ایسی خصوصیات کے ساتھ جاننے کا جو اس کو دوسروں سے ممتاز کردیں۔ اسی لئے اللہ نے ہر امامؑ سے کسی ایسی خصوصیت کا ظہور فرمایا جو دوسرے ائمہؑ سے کم ظاہر ہوئی تھی۔ مثلاً ہیبتِ علویہ، حلم حسنؑ، شجاعتِ حسینؑ اور صبرِ سجادیہؑ وغیرہ۔ تاکہ ان کے زمانے کے لوگ اُن کی اس خصوصیت کے ذریعے ان کی معرفت حاصل کریں۔ ہم بھی جب اپنے امامِ زمانہ کی معرفت کی راہ پر پہلا قدم رکھیں گے تو لازماً ہمیں ان کی صفتِ امتیاز تلاش کرنی پڑے گی۔ ان کی پہلی صفتِ امتیاز تو بہرحال ان کا غیب ہے جسے سمجھنا بہت ضروری ہے اور جس پر ہم نے گزشتہ اوراق میں حسبِ ضرورت روشنی ڈالی ہے۔ لیکن ان کی دوسری صفتِ امتیاز یہ ہے کہ اللہ کی صفتِ قہاریت کا ظہور انہی سے ہوگا۔ اللہ کی تقریباً تمام صفات کا ظہور ہو چکا ہے۔ لیکن اس کی صفتِ قہاریت کا ظہور ابھی تک نہیں ہوا۔ دنیا جانتی ہی نہیں کہ قہاریت ہوتی کیا ہے اور یہ تبھی پتہ چلے گا جب ہمارے امامؑ آئیں گے۔

قہاریت ضد ہے رحم کی اور رحم کا تقاضا عطا کرنا ہے۔ رحم کی بھی دو قسمیں ہیں۔ رحمانیت اور رحیمیت۔ رحمانیت رحمِ عمومی کو کہتے ہیں جو بلا استحقاق ہوتا ہے اور کسی بھی

ہو جائے گی اور جو لوگ مومن نہیں ہوں گے ان کیلئے صرف قہر باقی رہ جائے گا گویا ان سے ہر شے سلب کر لی جائے گی اور ان کو ایسے ایسے عذاب دیئے جائیں گے جن کا اُس نے تصور بھی نہ کیا ہوگا۔ جیسا کہ بحار الانوار جلد ۱۲۔ باب ۲۷۔ صفحہ ۳۸۳۔ پر درج ہے کہ زرارہ نے امام محمد باقرؑ سے عرض کیا کہ "کیا امامِ قائمؑ کی سیرت بھی حضرت محمدؐ کی سیرت ہوگی؟"۔ امامؑ نے فرمایا۔ "افسوس، افسوس، اے زرارہ! وہ آنحضرتؐ کی سیرت پر عمل نہ کریں گے"۔ زرارہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا۔ "میں آپؑ پر قربان، یہ کیوں؟"۔ امامؑ نے فرمایا۔ "یہ اس لئے کہ حضرت رسول اللہؐ نے اپنی امت کے ساتھ نرمی اور تالیفِ قلوب کا سلوک کیا، مگر امام قائمؑ تو قتل کریں گے اور اسی کا اُن کو حکم دیا گیا ہوگا اس کتاب میں جو اُن کے پاس ہوگی، اس میں سیرت قتل کا حکم ہوگا، تو بہ قبول نہ ہوگی ذلیل ہے اُس پر جس نے اُن سے منہ موڑا"۔

اسی طرح بحار الانوار جلد ۱۲۔ باب ۲۷۔ صفحہ ۳۸۴۔ پر درج ہے کہ معلی بن خنیس نے امامِ جعفر صادقؑ سے سوال کیا کہ (فرزندِ رسولؐ!) کیا امامِ قائمؑ حضرت امیرؑ المومنین کی سیرت (عفو ودرگذر) کے خلاف سیرت اختیار کریں گے؟۔ آپؑ نے فرمایا۔ "ہاں! اور یہ اس لئے کہ حضرت ابوالائمہ علیؑ نے مہربانی اور درگذر کی سیرت اختیار کی تھی اس لئے کہ آپ کو معلوم تھا کہ میرے بعد میرے شیعہ مغلوب ہو جائیں گے اور امام قائمؑ جب ظہور فرمائیں گے تو آپ عوام الناس کے ساتھ قتل اور قید کا برتاؤ کریں گے اس لئے کہ آپ کو یہ معلوم ہوگا کہ اُن کے بعد اُن کے شیعہ تا ابد مغلوب نہ ہوں گے"۔

ہو جائے گی اور جو لوگ مومن نہیں ہوں گے ان کیلئے صرف قہر باقی رہ جائے گا گویا ان سے ہر شے سلب کر لی جائے گی اور ان کو ایسے ایسے عذاب دیئے جائیں گے جن کا اُس نے تصور بھی نہ کیا ہوگا۔ جیسا کہ بحار الانوار جلد ۱۲۔ باب ۲۷۔ صفحہ ۳۸۳۔ پر درج ہے کہ زرارہ نے امام محمد باقرؑ سے عرض کیا کہ "کیا امامِ قائمؑ کی سیرت بھی حضرت محمدؐ کی سیرت ہوگی؟"۔ امامؑ نے فرمایا۔ "افسوس، افسوس، اے زرارہ! وہ آنحضرتؐ کی سیرت پر عمل نہ کریں گے"۔ زرارہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا۔ "میں آپؑ پر قربان، یہ کیوں؟"۔ امامؑ نے فرمایا۔ "یہ اس لئے کہ حضرت رسول اللہؐ نے اپنی امت کے ساتھ نرمی اور تالیفِ قلوب کا سلوک کیا، مگر امام قائمؑ تو قتل کریں گے اور اسی کا اُن کو حکم دیا گیا ہوگا اس کتاب میں جو اُن کے پاس ہوگی، اس میں سیرت قتل کا حکم ہوگا، توبہ قبول نہ ہوگی ویل ہے اُس پر جس نے اُن سے منہ موڑا"۔

اسی طرح بحار الانوار جلد ۱۲۔ باب ۲۷۔ صفحہ ۳۸۴۔ پر درج ہے کہ معلیٰ بن خنیس نے امامِ جعفر صادقؑ سے سوال کیا کہ (فرزندِ رسولؐ!) کیا امامِ قائمؑ حضرت امیرؑ المومنین کی سیرت (عفو در گذر) کے خلاف سیرت اختیار کریں گے؟۔ آپؑ نے فرمایا۔ "ہاں! اور یہ اِس لئے کہ حضرت ابو الائمہ علیؑ نے مہربانی اور در گذر کی سیرت اختیار کی تھی اس لئے کہ آپ کو معلوم تھا کہ میرے بعد میرے شیعہ مغلوب ہو جائیں گے اور امام قائمؑ جب ظہور فرمائیں گے تو آپ عوام الناس کے ساتھ قتل اور قید کا برتاؤ کریں گے اس لئے کہ آپ کو یہ معلوم ہوگا کہ اُن کے بعد اُن کے شیعہ تا ابد مغلوب نہ ہوں گے"۔

قہرِ امامؑ کی تو بات ہی کچھ اور ہے، اس کا تو ہم تصور بھی نہیں کر سکتے، لیکن ایک عام مومن بھی اپنے دشمن کو ایک ایک ہزار مرتبہ قتل کرے گا اور اس وقت تک قتل کرتا رہے گا جب تک اس کے دل کی آگ ٹھنڈی نہیں ہو جائے گی۔ معاف کرنے کا زمانہ گزر چکا ہو گا اور اُس وقت اگر کوئی ایمان لانا چاہے گا تب بھی اس کا ایمان قبول نہیں کیا جائے گا۔ ایمان صرف اس کا قبول کیا جائے گا جس نے روزِ الست ولایتِ علیؑ کا اقرار کیا ہو گا لہٰذا اس دنیا میں ولایتِ علیؑ کی مخالفت کرنے والوں کیلئے یہ ایک لمحۂ فکریہ ہے۔ ان کا بھلا اسی میں ہے کہ اس سے پہلے کہ مہلت ختم ہو جائے، وہ اپنے امامؑ کی بارگاہ میں توبہ کر لیں تا کہ وقتِ ظہور شرمندگی نہ اٹھانی پڑے اور قہاریت کا نشانہ نہ بننا پڑے۔

قہاریت چونکہ مخصوص ہے ہمارے امامِ زمانہ سے اسلئے امامؑ کیطرح قہاریتِ خدا بھی انسان کے مشاہدے سے بالاتر ہے۔ لیکن اللہ نے جس طرح غیبت کو سمجھانے کیلئے کچھ امثال قائم کی ہیں اسی طرح قہاریت کو سمجھنے کیلئے بھی ایک عملی مثال ہمارے لئے چھوڑ رکھی ہے اور وہ ہے میدان کربلا میں امامِ مظلوم کا آخری حملہ۔ ہر چند کہ ہاتھ بھی اللہ کا تھا اور تلوار بھی اللہ کی لیکن اس وقت تلوار نے کسی کو مہلت نہ دی اور نہ ہی ستر پشتوں تک دیکھا۔ اس نے دیکھا تو فقط اللہ کے چہرے کی تیوریوں کو دیکھا اور پھر اس نے لشکرِ یذید سے حقِ حیات چھین لیا۔ یہ قہرِ الٰہی بہت ہی مختصر سی مدت کیلئے تھا لیکن آج تک مرنے والوں کی تعداد کو شمار نہیں کیا جا سکا۔

زمانۂ فترت

ایسا زمانہ جس میں حجتِ خدا ظاہر نہ ہو زمانۂ فترت کہلاتا ہے۔ مثلاً حضرتِ یوسفؑ اور حضرتِ موسیٰؑ کا درمیانی زمانہ۔ یا حضرتِ عیسیٰؑ اور ہمارے نبی کا درمیانی زمانہ۔ ایسے ادوار دین و مذہب کیلئے بہت خطرناک اور مومنین کے لئے انتہائی مہلک ہوتے ہیں اور یہی زمانے ہوتے ہیں جب حقیقی مومن پہچانا جاتا ہے کیونکہ اس کی آزمائش بہت کڑی اور امتحان بہت سخت ہوتے ہیں۔ تاریخی اعتبار سے ایسے زمانوں کا اپنا ایک مزاج ہوتا ہے۔ جو حالات و واقعات تاریخ کے مختلف ادوار میں تواتر کے ساتھ پیش آتے ہیں وہ قانون کا درجہ حاصل کر لیتے ہیں۔ یعنی یہ طے ہو جاتا ہے کہ جب بھی ایسے ادوار آئیں گے تو ایسے واقعات بھی ضرور پیش آئیں گے۔ چنانچہ گزشتہ امتوں کے حالات سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ خالی زمانوں میں ہمیشہ سرکش لوگ ابھرتے ہیں اور فرعون صفت لوگوں کو غلبہ ملتا ہے۔ اس کے برخلاف مومن مغلوب رہتا ہے اور طرح طرح کی مصیبتیں جھیلتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ یہی مصیبتیں اُس کے ایمان کی حفاظت کرتی ہیں۔ گزشتہ ادوارِ فترت مخصوص قوموں کے لئے ہوتا تھا مگر موجودہ دورِ فترت پوری دنیا کے لئے ہے اسی لئے آج ہر قوم کسی نہ کسی آنے والے کا انتظار کر رہی ہے۔

غیبت اور مومن

غیبت بے سبب نہیں ہوا کرتی بلکہ حجتِ خدا کا خاص و عام میں بظاہر موجود نہ ہونا بھی اولیا کی تدبیر ہوتی ہے ورنہ اگر حجتِ خدا موجود نہ ہو تو نہ دین باقی رہے نہ دنیا۔ زمین مع اپنے باسیوں کے دھنس جائے اور کوئی سانس لینے والا باقی نہ رہے۔ زمین کا جوں کا توں باقی رہنا اور اس پر سانس لینے والوں کا چلنا پھرنا خود اس بات کی دلیل ہے کہ حجتِ خدا ان کے درمیان موجود ہے۔ تکوینی اعتبار سے اُس کا فیض ہر خاص و عام کو پہنچتا ہے لیکن تشریعی اعتبار سے اس کا فیض صرف مومن کو پہنچتا ہے۔

۱۔ کمال الدین وتمام النعمہ جلد ا صفحہ ۲۲۹

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں۔ ''اگر حجتِ خدا نہ رہے تو حق و باطل میں تمیز ناممکن ہو جائے''۔ نیز اسی کتاب کے اسی صفحہ پر آپ فرماتے ہیں۔ ''زمین باقی نہیں رہے گی مگر یہ کہ اس میں کوئی حجتِ خدا موجود ہوگا۔ جو دین کی زیادتی و نقصان کو جانتا ہوگا تاکہ اگر مومنین دینِ خدا میں کوئی زیادتی کریں تو وہ ان کو پلٹا دے اور اگر دین میں کمی کریں تو وہ ان کیلئے کامل کردے۔ اگر ایسا نہ ہو تو یقیناً مومنین پر امورِ دین مشتبہ ہو جائیں''۔

۲۔ کمال الدین وتمام النعمہ جلد ا صفحہ ۳۶۰۔

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا۔ ''اللہ ہمارے قائمؑ کی غیبت کے عرصے کو طویل کردے گا تاکہ حق واضح ہو جائے، ایمان ارتداد کی کدورت سے خالص ہو جائے اور وہ جن کی

طینت خبیث ہے وہ ہمارے مخلص شیعوں سے جدا ہو جائیں جو اُن کے نفاق سے ڈرتے ہیں"۔

۳۔ بحارالانوار جلد ۱۱ صفحہ ۱۹۱۔

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا۔ "سب سے زیادہ غضب اللہ کا اپنے دشمنوں پر یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی حجت کو ان میں سے مفقود کر دیتا ہے اور ان پر ظاہر نہیں کرتا اور اگر اللہ کو معلوم ہوتا کہ اس کے اولیا اور دوستدار (اس غیبت کی وجہ سے) شک میں پڑ جائیں گے تو وہ چشم زدن کیلئے بھی اپنی حجت کو پردۂ غیبت میں نہ رکھتا"۔ (یعنی زمانہ غیبت میں ایسے لوگ ضرور موجود رہتے ہیں جن کا یقین پہاڑوں سے بھی زیادہ مضبوط ہوتا ہے)۔

دورِ غیبت میں شیعوں کی آزمائش

جیسا کہ عرض کیا گیا، غیبت کا اہم ترین مقصد یہ ہے کہ جو طیب ہیں وہ خبیث سے جدا ہو جائیں اور صرف وہ باقی رہ جائیں جو خالص ہیں۔ ہمارے امامؑ اللہ کے اسم "القہار" کے مظہر ہیں۔ اسی لئے پورا دورِ غیبت غضبِ خدا کا پیش خیمہ ہے اور باقی ادوار کے مقابلے میں یہ دور سب سے زیادہ سخت ہے اسی لئے اس دور کے مومنین کی آزمائش بھی سخت ہے اور ان کا مرتبہ بھی تمام ادوار کے مومنین سے بڑھ کر ہے جیسا کہ امام زین العابدینؑ ارشاد فرماتے ہیں۔ "حضرتِ قائمؑ کی غیبت کے زمانے میں جو لوگ ان کی امامت کے قائل ہوں گے اور ان کے منتظر ہوں گے وہ ہر زمانے کے

لوگوں سے افضل ہوں گے۔ کیونکہ اللہ ان کو ایسی عقل وفہم اور معرفت عطا فرمائے گا کہ ان کے نزدیک غیبت بھی بمنزلۂ شہود ہوگی"۔ (بحار الانوار ج ۱۱ صفحہ ۔۔ ۶۴)

شہود غیب کی ضد ہے۔ جیسے غیب کہتے ہیں قیدِ حواس سے نکل جانے کو، اسی طرح شہود کہتے ہیں قیدِ حواس میں آجانے کو۔ لیکن امامؑ کے اس فرمان میں شہود سے مراد ہے امامؑ سے رابطہ قائم ہو جانا۔ اور یہ رابطہ حواس کے ذریعے نہیں بلکہ دل کے ذریعے ہوتا ہے اور یہ تب ہوتا ہے جب انسان کی توجہ ہمہ وقت اپنے امامؑ کی طرف مبذول رہے۔ ایسی صورت میں اس کے سوالات کے جوابات بھی ملتے ہیں، اس کی مشکلیں بھی آسان ہو جاتی ہیں اور اس کو ثباتِ قدم بھی عطا کیا جاتا ہے۔

اب ہم وہ احادیث نقل کرتے ہیں جن سے دورِ غیبت کے مومنین کے حالات پر روشنی پڑتی ہے۔

۱۔ بحار الانوار جلد ۱۱ صفحہ ۶۲۴۔

امام محمد باقرؑ نے فرمایا۔ "تم لوگ سدا انتظار کرتے رہو گے یہاں تک کہ اُن بکریوں کی مانند ہو جاؤ گے جنہیں ڈر ہے کہ قصاب معلوم نہیں کس کی پشت پر ہاتھ رکھ دے۔ نہ تم لوگوں میں کوئی شرف ہوگا جس سے مشرف ہو اور نہ کوئی ایسا معتمد ہوگا کہ جس کی طرف اپنے امور میں رجوع کر سکو"۔ اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ دورِ غیبت میں ہم کسی بھی غیر معصوم کیطرف رجوع نہیں کر سکتے۔

۲۔ بحار الانوار جلد ۱۱ صفحہ ۶۲۷۔

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا۔ "یہ امر (یعنی ظہور امامؑ) یاس و ناامیدی کے بعد ہی ظہور

پذیر ہوگا اور خدا کی قسم اس وقت تک ظہور نہ ہوگا جب تک تمھیں پرکھ نہ لیا جائے، تمھیں چھانٹ نہ لیا جائے اور خدا کی قسم اس وقت تک ظہور نہ ہوگا جب تک جس کو شقی ہونا ہے وہ شقی نہ ہو جائے اور جس کو سعید ہونا ہے وہ سعید نہ ہو جائے"۔

خصائصِ زمانۂ فترت

جب ہم حالاتِ انبیاءؑ کا مشاہدہ کرتے ہیں اور خالی زمانوں کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ بات تواتر کے ساتھ ثابت ہوتی ہے کہ ایسے زمانوں میں دو صورتیں درپیش آتی ہیں۔ اوّل یہ کہ امت کے علماء دینِ خدا کے دعویدار بن کر بیٹھ جاتے ہیں اور دین کے تمام امور اپنے ہاتھ میں لے لیتے ہیں۔ یہی صورت امتِ محمدیؐ کو بھی درپیش ہے کیونکہ رسولؐ اللہ نے فرمادیا ہے کہ جو کچھ گزشتہ امتوں میں ہوا ہے بعینہٖ وہی کچھ میری امت میں بھی ہوگا۔ یہاں تک کہ اگر پچھلی امتوں میں کوئی شخص گوہ کے سوراخ میں داخل ہوا ہوگا تو میری امت میں بھی ایسا ضرور ہوگا۔ یہ ایک ایسی صورتِ حال ہے جس سے ہر مومن کو ہوشیار رہنا چاہیئے اور مدعیانِ علم کے جال سے خود کو محفوظ رکھنا چاہیئے۔ ان حالات کی نشاندہی کرتے ہوئے جنابِ امیرؑ المومنین فرماتے ہیں۔ "ان کے نزدیک نیکی وہی ہے جس کو وہ لوگ نیکی سمجھتے ہیں اور بدی وہی ہے جس کو وہ بدی کہہ دیں۔ ہر شخص اپنی اپنی جگہ امام بنا ہوا ہے اور سمجھتا ہے کہ ہمارے ثبوت بہت مضبوط اور ہمارے دلائل بہت محکم ہیں اس طرح وہ ان دلائل میں اضافہ کرتے جارہے ہیں مگر درحقیقت وہ اپنی خطاؤں اور غلطیوں میں اضافہ کر رہے ہیں۔ اس

طرح وہ اللہ کا تقرب نہیں پا رہے بلکہ اللہ سے دُور ہوتے جا رہے ہیں۔ وہ آپس میں ایک دوسرے کی باتیں سن کر خوش ہوتے ہیں، ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہیں مگر اللہ کے وہ پیغامات جن کو نبیٔ اکرم نے ان لوگوں تک پہنچایا اور ورثے میں چھوڑا، وہ اس سے وحشت اور نفرت کرتے ہیں"۔ (بحارالانوار جلد ۱۱ صفحہ ۲۲۳) اسی طرح بحارالانوار جلد ۱۲ صفحہ ۷۶ پر رسولؐ اللہ فرماتے ہیں۔ "میری امت پر ایک ایسا وقت بھی آئے گا جس میں لوگوں کا باطن گندا ہوگا اور ظاہر ان کا حسین اور خوبصورت ہوگا۔ دنیا حاصل کرنے کی حرص میں لگے رہیں گے اور جو ثواب واجر اللہ کے پاس ہے اُس کی خواہش بھی نہ کریں گے۔ ان کے ہر کام میں بے دھڑک ریاکاری ہوگی۔ اللہ کی طرف سے ان پر بالعموم عذاب مسلط ہوگا۔ وہ دعائے غریق پڑھتے رہیں گے مگر ان کی دعا قبول نہ ہوگی"۔ نیز آنجناب کا ہی فرمان ہے کہ "میری امت پر ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا کہ جس میں قرآن بطور رسم رہ جائے گا، اسلام کا صرف نام رہ جائے گا۔ ان کی مسجدیں آباد نظر آئیں گی مگر ہدایت سے خالی ہوں گی۔ اس زمانے کے فقہاء زیر آسمان بدترین فقیہ ہوں گے۔ فتنے انہی کی طرف سے شروع ہوں گے اور پھر انہی کیطرف پلٹ جائیں گے"۔

یہ ہم واضح کر دیں کہ اس حدیث کو اہلسنت کیطرف نہ دھکیلا جائے کیونکہ اُن میں آج کوئی بھی فقیہ موجود نہیں ہے۔ ان کے چار فقیہ تھے جو سب کے سب اس دنیا سے جا چکے۔ اب صرف ان کے مقلد باقی ہیں چاہے وہ قاضی ہوں یا مفتی۔ فقہاء کا وجود

اللہ کے فضل و کرم سے صرف شیعہ قوم پر مسلط ہے لہٰذا جو کچھ نبیؐ اکرم نے فرمایا ہے اس کا اطلاق صرف انہی پر ہوگا۔

زمانۂ فترت کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ لوگ مذہب کی آڑ میں حکومت واقتدار کی دوڑ میں لگ جاتے ہیں اور اللہ کے دین کو سرکاری درباری دین بنا کر رکھ دیتے ہیں۔ آپ کو جاننا چاہیئے کہ حکومت صرف ہمارے امام کا حق ہے۔ ان کے علاوہ جو بھی کرسیٔ اقتدار پر قبضہ کرتا ہے وہ غاصب حقِ امام ہوتا ہے۔ کوئی اگر یہ جھانسا دیتا ہے کہ وہ امامؑ کیلئے اسٹیج تیار کر رہا ہے تو وہ یقیناً جھوٹا ہے۔ امامؑ کو کسی اسٹیج کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ آئیں گے تو اپنے بل بوتے پر آئیں گے بلکہ جو بھی ایسا دعویٰ کرنے والا ہوگا وہ یقیناً ظلم و بربریت کا بازار گرم کرنے والا ہوگا اور لوگوں کی مایوسی میں اضافہ کرے گا جیسا کہ کتاب ''حکومتِ مہدیؑ'' میں کئی مقامات پر اس کی نشاندہی کی گئی ہے۔ یہ معلوم رہے کہ اس کتاب کے مصنف محترم نجم الدین طبسی ایک ایرانی عالم ہیں اور ان کے قلم سے ان باتوں کا نکلنا اس بات کی دلیل ہے کہ زیادہ عرصے تک لوگوں کو بے وقوف نہیں بنایا جاسکتا اور حقیقت پر پردہ نہیں ڈالا جاسکتا۔ ذیل میں ہم اس کتاب سے چند اقتباسات پیش کرتے ہیں تاکہ ہماری بات کی تائید ہوسکے۔

۱۔ صفحہ ۲۲۔ ''اس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ لوگ اس وقت اپنے مقاصد میں کامیابی، مکاتیبِ فکر، مختلف حکومتیں، حقوقِ بشر کے دعویدار اور انسانی نیک بختی کا نعرہ لگانے والے زمانے کے اضطراب اور ناگفتہ بہ حالات سے مایوس ہوچکے ہوں گے اور مصلحِ جہانی کے ظہور کے منتظر نجات کے امیدوار ہوں گے''۔

۲۔ صفحہ ۳۰۔

''اس وقت کوئی طاقت، کوئی پارٹی اور انجمن نہ ہوگی جو اس بے سروسامانی، تجاوز، غارتگری کا سدِ باب کرے اور ستمگروں اور طاقتوروں کو ان کی بدکرداری کی سزا دے۔ لوگوں کے کانوں سے کوئی نجات کی آواز نہیں ٹکرائے گی۔ سارے جھوٹے دعویدار، انسان کی نجات کا جھوٹا نعرہ لگانے والے خائن اور جھوٹے ہوں گے اور انسان صرف ایک مصلحِ الٰہی خدائی معجزے کا انتظار کرے گا اور بس۔

۳۔ صفحہ ۳۴۔

رسولؐ اللہ نے فرمایا۔ ''آخر زمانے میں شدید مصیبت، کہ اس سے سخت ترین مصیبت سنی نہ ہوگی، اسلامی حکام کی طرف سے میری امت پر آئے گی۔ اس طرح کہ زمین اپنی وسعت کے باوجود تنگ ہوجائے گی اور ظلم وستم سے ایسی لبریز ہوگی کہ مومن ظلم سے چھٹکارے کے لئے پناہ کا طالب ہوگا لیکن کوئی جائے پناہ نہ ہوگی''۔

۴۔ صفحہ ۱۱۵۔

''خلاصہ یہ کہ دنیا والے یقین کریں گے کہ یہ نوید دینے والا گزشتہ دعویداروں سے کسی طرح مشابہ نہیں ہے بلکہ یہ وہی نجات دینے والا، اللہ کا واقعی ذخیرہ، مہدیؑ موعود ہے''۔

ہماری کتب احادیث میں کثرت سے ایسی احادیث وارد ہوئی ہیں جن میں حکومت د

اقتدار کی تگ و دَو میں مصروف ہونے سے سختی سے منع کیا گیا ہے۔ ایسی بہت سی احادیث ہم اپنی کتاب ''کشف الحقائق'' اور ''کشف المودۃ'' میں نقل کر آئے ہیں اسلئے انہیں وہیں ملاحظہ فرمایا جائے۔ اِس مقام پر ہم صرف دو احادیث آپ کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔

۱۔ بحار الانوار جلد ۱۱ صفحہ ۲۱۵۔

امیرُ المومنین نے فرمایا۔ ''سچ ہے، یہ لوگ ہدایت کی راہوں کو چھوڑ کر اِدھر اُدھر کی گمراہیوں کو اختیار کئے ہوئے ہیں۔ مگر تم لوگ عجلت سے کام نہ لو اور دیکھتے رہو، جو کچھ ہو رہا ہے ہونے دو اور یہ نہ چاہو کہ جو کل ہونا ہے وہ آج ہو جائے۔ اس لئے کہ بہت سے عجلت پسند لوگ یہ چاہتے ہیں کہ جو کل ہونا ہے وہ آج ہو جائے، مگر نہیں ہوتا۔ اور آج کے دن سے کل کی صبح دُور ہی کب ہے؟''۔

۲۔ بحار الانوار۔ جلد ۱۱ صفحہ ۶۸۷۔

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا۔ ''ظہورِ امام قائم سے قبل جو جھنڈا بلند ہو گا، سمجھ لو کہ اس کا بلند کرنے والا طاغوت (شیطان) ہے جو اللہ عزوجل کے سوا کسی اور کی پرستش کرتا ہے''۔

ہم نے دو قسم کے لوگوں کا ذکر کیا، ایک وہ جو زمانۂ فترت میں دینی قیادت پر قبضہ جما کر بیٹھ جاتے ہیں اور دوسرے وہ جو حکومت و اقتدار حاصل کرنے کی تگ و دَو میں لگے رہتے ہیں بلکہ بعض تو ایسے ہیں جن کی نظریں دینی قیادت اور حکومت و اقتدار

دونوں پر جمی رہتی ہیں۔ معصومینؑ نے ان دونوں کی مذمت کی ہے۔ اب ہم لوگوں کی ایک تیسری قسم بیان کرتے ہیں جو زمانۂ فترت کا ایک لازمی جزو ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو انبیاءؑ اور ائمہؑ کی مسندِ روحانیت پر قابض ہو جاتے ہیں اور یہ ظاہر کرتے ہیں جیسے خود امامؑ نے انہیں اس مسند پر بٹھایا ہے۔ یہ لوگ امامؑ کے نام پر لوگوں سے بیعت لیتے ہیں اور انہیں غلام بنا لیتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو تقریباً ہر شخص جانتا ہے اس لئے ہم تفصیل کی ضرورت نہیں سمجھتے البتہ معاملے کی صحیح توضیح کیلئے معصومؑ کا ایک فرمان آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں:

بحارالانوار جلد ۱۲ صفحہ ۲۸۱۔

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں۔ "ہر وہ بیعت جو قبلِ ظہور لی جائے گی وہ کفر و نفاق ہے، دھوکا ہے۔ اللہ کی لعنت ہو اس پر جو اُنؑ کیلئے بیعت لے"۔

لوگوں کی اقسام

یہاں ہم کمال الدین وتمام النعمہ جلد اوّل صفحہ ۳۰۸ سے جنابِ امیرالمومنین کا ایک فرمان نقل کرتے ہیں تاکہ ہر وہ شخص جو مومن یا شیعہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے، اس حدیث کی روشنی میں خود اپنا جائزہ لے اور دیکھے کہ وہ کس مقام پر ہے اور اگر کوئی کمی نظر آئے تو اپنی سمت درست کرنے کی شعوری کوشش کرے۔

حضرت علیؑ نے اپنے سینۂ اقدس کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا۔ "دیکھو یہاں علم کا ایک بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ کاش اس کے حاصل کرنے والے مجھے مل جاتے۔ (اب

یہاں سے میرے مولاؑ لوگوں کی اقسام بیان فرمارہے ہیں جو ہم نمبر لگا کر الگ الگ نقل کرتے ہیں):۔

۱۔ ''ہاں ملا، مگر ایسا ذہن جو نا قابلِ اطمینان ہے اور جو دنیا کیلئے دین کو آلۂ کار بنانے والا ہے، اس علم کے ذریعے اللہ کے بندوں پر، اس کی حجتوں پر اور اس کی نعمتوں کے ذریعے اس کے دوستوں پر برتری کا طلبگار ہوگا تا کہ کمزور لوگ ولیٔ حق کے بجائے اُسی کو اپنا رہبر جانیں''۔

۲۔ ''یا جو اربابِ حق و دانش کا مطیع تو ہے مگر اس کے دل کے گوشوں میں بصیرت کی روشنی نہیں ہے۔ بس اِدھر ذرا سا شبہ عارض ہوا اور اس کے دل میں شکوک و شبہات کی چنگاریاں بھڑکنے لگیں۔ تو معلوم ہونا چاہیئے کہ نہ یہ اس قابل اور نہ وہ اس قابل ہے''۔

۳۔ یا ایسا شخص ملتا ہے جو کہ لذتوں پر مٹا ہوا ہے اور بہ آسانی خواہشاتِ نفسانی کی راہ پر چلنے والا ہے، یا ایسا شخص جو جمع آوری (یعنی مال و دولت اکٹھا کرنا) اور ذخیرہ اندوزی پر جان دیئے ہوئے ہیں۔ یہ دونوں بھی دین کے کسی امر کی رعایت و پاسداری کرنے والے نہیں ہیں۔ ان دونوں سے انتہائی قریبی شباہت چَرنے والے چوپائے رکھتے ہیں۔ اسی طرح تو علم کے خزینہ داروں کے مرنے سے علم ختم ہو جاتا ہے''۔

۴۔ ''ہاں مگر زمین ایسے فرد سے خالی نہیں رہتی کہ جس سے خدا کی حجت برقرار رہے۔ وہ ظاہر اور مشہود ہوں یا خائف اور پوشیدہ، تا کہ اللہ کی دلیلیں اور نشانیاں مٹنے نہ پائیں

اور وہ ہیں ہی کتنے اور کہاں پر ہیں؟۔ خدا کی قسم وہ تو گنتی میں بہت تھوڑے ہوتے ہیں اور اللہ کے نزدیک قدر و منزلت کے لحاظ سے بہت بلند۔ خداوند عالم ان کے ذریعے سے اپنی حجتوں اور نشانیوں کی حفاظت کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ ان کو اپنے ہی جیسوں کے سپرد کر دیں اور اپنے ہی جیسوں کے دلوں میں انہیں بو دیں۔ علم نے انہیں حقیقت و بصیرت کے انکشافات تک پہنچا دیا۔ وہ یقین و اعتماد کی روح سے گھل مل گئے ہیں اور ان چیزوں کو جنہیں آرام پسند لوگوں نے دشوار قرار دے رکھا ہے، اپنے لئے سہل اور آسان سمجھتے ہیں اور جن چیزوں سے جاہل بھڑک، اٹھتے ہیں ان سے بھی وہ جی لگائے بیٹھے ہیں۔ وہ ایسے جسموں کے ساتھ دنیا میں رہتے سہتے ہیں کہ جن کی روحیں ملاء اعلیٰ سے وابستہ ہیں۔ یہی لوگ تو زمین میں اللہ کے نائب اور اس کے دین کی طرف دعوت دینے والے ہیں۔ ہائے ان کی دید کیلئے میرے شوق کی فراوانی!"۔

غیبتِ امامؑ کے دوران شیعوں کا فریضہ

یہ موضوع بہت اہم ہے اور ہم توقع رکھتے ہیں کہ آپ بھی انتہائی توجہ سے اس کا مطالعہ فرمائیں گے کیونکہ اکثر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ زمانۂ غیبت میں ہمیں مادر پدر آزاد چھوڑ دیا گیا ہے کہ ہم جس طرح چاہیں دین و شریعت کو توڑیں مروڑیں اور اپنی رائے کو ہی دین قرار دے دیں اور عذر وہی کہ امام تو ہیں نہیں، ہم نئے مسائل کس سے پوچھیں۔ لوگوں کو یہ تاثر دیا گیا ہے کہ امامؑ (معاذ اللہ) چپ چپاتے غیبت میں

چلے گئے اور اس طویل عرصۂ غیبت کیلئے ہمیں کوئی لائحہ عمل نہیں دیا لہٰذا ہم مسائل گھڑنے میں آزاد ہیں۔ احکامِ معصومینؑ سے غفلت کا ہی یہ نتیجہ نکلا ہے کہ سیاسی اچھل کود اور طاقت کے مظاہرے کو اکثر شیعوں نے اپنا منشور بنا رکھا ہے۔ اس شوق میں اب تک ہزاروں شیعہ اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں اور ابھی خدا جانے اور کتنا نقصان ہوگا۔ اپنے موضوع سے انصاف کرتے ہوئے ہم کوئی بات اپنی طرف سے نہیں لکھیں گے بلکہ صرف احکام معصومینؑ آپ کی خدمت میں پیش کریں گے اس یقین کے ساتھ کہ سوائے منافقین کے کوئی بھی مخلص شیعہ فرمانِ معصومینؑ کو رد کرنے کی جراءت نہیں کرے گا۔

۱۔ کمال الدین وتمام النعمہ جلد ۲ صفحہ ۴۸۲۔

حضرتِ صاحب الزمانؑ اپنی توقیع مبارک میں فرماتے ہیں۔ "ہمارے علاوہ جو بھی اپنی طرف دعوت دے وہ گمراہ ہے"۔

۲۔ بحار الانوار جلد ۱۱ صفحہ ۶۷۲۔

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا۔ "جب ایسا وقت آئے اور امام تم کو نہ مل سکے تو پھر انہی احکامات پر عمل کرتے رہنا جو پہلے سے تمھارے پاس موجود ہیں"۔

مندرہ بالا دو احادیث سے یہ بات واضح ہوگئی کہ زمانۂ غیبتِ امامؑ میں جو شخص بھی لوگوں کو اپنی طرف دعوت دے وہ گمراہ ہے اور جو لوگ اس کی دعوت پر لبیک کہیں وہ گمراہ در گمراہ ہوں گے اور اس کی مزید تشریح دوسری حدیث سے ہوجاتی ہے کہ نئے

مسائل کے جال میں پھنسنے کے بجائے ہمارا فرض ہے کہ بعثتِ رسولؐ سے لیکر ۳۲۹ھ تک ائمہ معصومین جو کچھ ہمارے حوالے کر چکے ہیں انہی پر عمل پیرا رہنا چاہیئے۔ اس بات پر ضرور غور کرنا چاہیئے کہ یہ نظریہ کہ اس دَور میں نئے مسائل کے حل کے لئے کسی غیر معصوم کیطرف رجوع کرنا ضروری ہے، اس لئے باطل ہے کہ اس سے عدلِ خداوندی پر حرف آتا ہے کہ وہ ایک شریعت کو قیامت تک کیلئے نافذ العمل قرار دے اور قیامت تک پیش آنے والے مسائل کا حل اس میں نہ رکھے۔

۳۔ کمال الدین وتمام النعمہ جلد ۱ صفحہ ۳۳۹۔

راوی نے امام محمد باقرؑ سے پوچھا۔ "فرزندِ رسولؐ! غیبتِ قائم کے زمانے میں مومن کا بہترین عمل کیا ہونا چاہیئے؟"۔ آپؑ نے فرمایا۔ "اپنی زبان کی حفاظت کرے اور گھر میں ٹھہرے"۔ (یعنی گوشہ نشین ہو جائے)

۴۔ بحار الانوار جلد ۱۱ صفحہ ۶۷۸۔

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا۔ "تم لوگ اپنے گھروں میں بیٹھے رہو۔ البتہ جب تم ہمیں دیکھو کہ ہم کسی شخص پر متفق ہو گئے ہیں تو مسلح ہو کر ہمارے پاس جمع ہو جانا"۔

۵۔ بحار الانوار جلد ۱۱ صفحہ ۶۹۲۔

جابرؒ نے امام محمد باقرؑ سے پوچھا کہ "فرزندِ رسولؐ! یہ بتائیں کہ اُس دورِ غیبتِ امام میں ایک مومن کیلئے کیا عمل ہونا چاہیئے؟"۔ آپؑ نے فرمایا۔ "خاموش رہنا اور خانہ نشین ہو جانا"۔

۶۔ بحار الانوار جلد ۱۲ صفحہ ۲۷۵۔

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا۔ ''اے سدیر! اپنے گھر رہا کرو اور بالکل خانہ نشین ہوجاؤ۔ جب تک یہ دن اور رات ساکن اور خاموش ہیں، تم بھی خاموش رہو۔ مگر جب تمھیں یہ خبر ملے کہ سفیانی نے خروج کیا تو فوراً ہمارے پاس آجاؤ خواہ تمھیں پیدل ہی چل کر کیوں نہ آنا پڑے''۔

۷۔ بحار الانوار جلد ۱۱ صفحہ ۶۹۱ (یہ فرمان نہج البلاغہ میں بھی موجود ہے)۔

امیر المومنینؑ نے فرمایا۔ ''زمین پکڑے رہو، مصائب پر صبر سے کام لو، اپنے ہاتھوں اور تلواروں کو بالکل حرکت نہ دو، زبان روکے رہو۔ جب اللہ کو خود تمھارے لئے جلدی نہیں ہے تو پھر تم کیوں جلدی چاہتے ہو۔ اگر تم میں سے کوئی اس دور میں مر گیا بشرطیکہ وہ اللہ کی معرفت رکھتا ہو اور اللہ کے رسولؐ اور ان کے اہلبیتؑ کے حق کو پہچانتا ہوا مرے تو وہ شہید مرے گا۔ اللہ اسے شہید کا ثواب دے گا اور جن اعمال صالحہ کی نیت اور تمنا رکھتا ہوگا، ان سب کا ثواب اس کو عطا ہوگا۔ تلوار چلانے کی نیت ہی تلوار چلانے کی قائم مقام بن جائے گی اسلئے کہ ہر شے کیلئے ایک وقت مقرر ہے''۔

ان احادیث میں معصومینؑ نے ظہور امام تک ہمارے لئے ایک لائحۂ عمل طے کر دیا ہے جس پر عمل کرنے میں ہی ہمارے لئے سعادت ہے۔ غلط فہمی اسلئے پیدا ہوتی ہے کہ لوگ اس زمانے کی نزاکت کو نہیں سمجھتے اور اسے ایک عام زمانہ سمجھتے ہیں اور

یہ نہیں جانتے کہ اس زمانے کی مثال ماہِ رمضان جیسی ہے جسمیں وہ چیزیں بھی حرام ہوجاتی ہیں جو عام دنوں میں حلال ہوتی ہیں۔ اپنی اکثریت دیکھ کر ان کے دل میں بھی یہ تمنا چٹکیاں لینے لگتی ہے کہ وہ بھی احتجاجی جلوس نکالیں، شور اور ہنگامہ کریں، حکومتی امور میں حصہ دار بنیں لیکن یہ چیزیں شیعوں کیلئے تباہ کن ہیں اور سچا شیعہ وہی ہے جو اپنے دل کو مارے اور وہی کچھ کرے جو اس کے آقاؤں نے اسے حکم دیا ہے اور جو کوئی اس کے خلاف اسے ابھارے اس سے ہوشیار ہوجائے اور کنارہ کش ہوجائے۔

ظہورِ امامؑ

آپ کو اندازہ ہوگیا ہوگا کہ یہ کتاب غیبت وظہور کے حالات وواقعات بیان کرنے کیلئے نہیں لکھی گئی بلکہ فلسفۂ غیبت کو جاننے اور اس کی روح تک پہنچنے کی ایک کوشش ہے۔ ظہورِ امامؑ کے متعلق جو کچھ معصومینؑ نے ہمیں بتایا ہے وہ اُس وقت سے لے کر آج تک جوں کا توں کتابوں میں محفوظ ہے لیکن آجکل کے سیاسی مولویوں نے ظہورِ امامؑ کو اپنے اغراض ومقاصد کے مطابق ڈھالنا شروع کردیا اور ایسا ظاہر کیا جیسے امامؑ (معاذ اللہ) تیسری جنگِ عظیم لڑنے کیلئے تشریف لائیں گے اور امریکہ اور یورپی ممالک کے خلاف لڑیں گے۔ حالانکہ بچہ بچہ جانتا ہے کہ ظہورِ امام کا مقصد خونِ حسینؑ کا انتقام لینا ہے۔ اگر امام حسینؑ کو غیر مسلموں نے قتل کیا ہوتا تو یقیناً امام انہی سے لڑتے۔ لیکن انہیں تو خود مسلمانوں نے شہید کیا تھا تو ظاہر ہے کہ امام بھی مسلمانوں سے ہی

لڑیں گے اور ایک تعجب خیز بات آپ کو بتلاؤں کہ وہ مسلمانوں میں سے بھی سب سے پہلے شیعوں کو قتل کریں گے۔ یہ شیعہ غالباً وہی ہوں گے جو قاتلانِ حسین کے حامیوں کو اپنا بھائی کہتے ہیں۔ کتاب "حکومتِ مہدیؑ" صفحہ ۲۰۱ پر بحوالہ رجال کشی صفحہ ۲۹۹ اور اثبات الہداۃ جلد ۳ صفحہ ۵۶۱ کے حوالے سے امام جعفر صادقؑ کی ایک حدیث نقل کی گئی ہے جسمیں آپ فرماتے ہیں۔ "جب حضرت قائمؑ ظہور کریں گے تو سب سے پہلے جھوٹے شیعوں کا تعاقب کریں گے اور انہیں قتل کر ڈالیں گے"۔ اسی کتاب کے صفحہ ۱۹۸ پر رجال کشی، اثبات الہداۃ، بحار الانوار اور العوالم کے حوالے سے ا۔ جعفر صادقؑ کی ایک اور حدیث نقل کرتے ہیں جسمیں وہ فرماتے ہیں۔ "جب ہمارے قائم ظہور کریں گے اور ہمارا بولنے والا بولے گا نیز قرآن کی تعلیم دین واحکام کے قوانین نئے سرے سے تمہیں دیں گے جس طرح رسولِ خدا پر نازل ہوئے ہیں تو تمھارے علماء حضرتؑ کی اس رفتار کا انکار کریں گے اور تم خدا کے دین اور اس کی راہ پر ثابت نہیں رہو گے مگر تلوار کے ذریعے جو تمھارے سروں پر سایہ فگن ہوگی"۔

مولویوں سے چپکے رہنے کا انجام اگر آپ نے جان لیا ہے تو مجھے یقین ہے کہ آپ اپنی زندگی انتہائی احتیاط سے گزاریں گے۔

امامِ زمانہ کی وفات

اس بارے میں بیشتر روایات یہ کہتی ہیں کہ امام اپنی طبعی موت پائیں گے اور ہماری

معتبر ترین کتابوں میں امامؑ کی مدتِ حکومت سات سال یا انیس سال بتائی گئی ہے۔ اس مدت کے ختم ہو جانے کے بعد زمین کا یہ آخری دَور ختم ہو جائے گا اور دورِ قیامت یعنی رجعت شروع ہو جائے گا اور رجعت میں سب سے پہلے امام حسینؑ تشریف لائیں گے اور ایک طویل عرصے تک حکومت کریں گے۔ امام حسینؑ ہی ہمارے امامؑ کے غسل وکفن اور تدفین کے فرائض انجام دیں گے۔

دعا بحضورِ امامؑ

اے میرے مالک! میں اپنی کوتاہی کا اعتراف کرتا ہوں کہ میں آپؑ کے انتظار کا حق ادا نہ کر سکا جبکہ میں جانتا تھا کہ صرف زبان سے ہی العجل کہہ دینا کافی نہیں تھا۔ آپؑ کے انتظار کی شدت تو مسافرانِ راہِ شام ہی جانتے تھے جن کی چادریں نوکِ نیزہ سے چھینی گئیں۔ وہ چار سال کی بچی ہی آپ کی حقیقی منتظر تھی جس کے رخساروں کی رنگت کربلا سے شام تک بدلتی رہی اور جس کو پانی دکھا دکھا کر پھینکا گیا۔

میرے آقا! آپؑ کو واسطہ ہے اُن مظلوموں کا کہ اپنے ظہور میں تعجیل فرمایئے اور اُن پر کئے گئے ہر ظلم کا انتقام لیں اور ہر امامؑ کے قاتل اور ملکۂ کونینؑ کے مجرموں، ان کے جرائم میں شریک ہونے والوں اور ان سے راضی رہنے والوں کو عبرتناک سزا دیں اور آپؑ کو واسطہ ہے اپنی کریمی کا اور اپنے مظلوم جد کا کہ مجھ جیسے گنہگار کو بھی اپنے انصار میں شامل کیجئے تاکہ میں اپنی مالکہ اور شہزادیوں کے سامنے سرخرو ہو سکوں۔

آمین

یہ کتاب "کشف الغیاب" آج مورخہ 21 اپریل 2010 مطابق 6 جمادی الاول 1431 ہجری بروز بدھ بوقت 5 بجے شام بتوفیق خداوندی اور بتائید و امداد حضرت صاحب الزمانؑ پایہ تکمیل تک پہنچی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خاتم النبیین و آلہ الطیبین الطاہرین المعصومین المظلومین من یومنا ھذا إلی یوم الدین

تحفہ یا علیؑ مدد

مطبوعاتِ سیّد باقر نثار زیدی

کشف الحقائق

کشف العقائد

کشف المسائل

کشف التضاد

کشف المعارف

کشف الاحکام

کشف المودۃ

کشف العزاء

کشف الصلوٰۃ

کشف الولایہ

کشف الحجاب

کشف المہمات

کشف الغیاب

کشف التوحید

کشف المعرفہ فی زیارت الائمہؑ